۱۹۰۹ء کتاب شائع ہوئی



ملک الشعرا منشی دوارکا پرشاد اُفق خُلد آشیانی

پیدائش ۱۸۶۴ سنہ ء　　　وفات ۱۹۱۳ سنہ ء



S. S. BRIJBASI & SONS
32/1, FATEHPURI
DELHI-6.

372. GURU GOVIND SINGH (NEELA GHORA)

S. S. BRIJBASI & SONS
58, MIRZA STREET
BOMBAY-3

ایک اونکار ست گر پرساد

پرارتھنا اور تمہید

رقم کر استتی پرماتما کی
کیا ظلمت کو آخر نور جسنے
ضیا دی آنکھ کے تل سے نگہہ کو
مٹایا شب کا اندھیارا سحر سے
سواد دل کو نورانی عطا کی
نمایاں زر کیا مٹی کی تہہ سے
بنے سایہ کا اوسی سے سانولا روپ
گہر پیدا کئے ابر سیہ سے
دھواں اسکے سبب سے شعلہ زن ہے

صفت لکھ خالق [illegible]
بنایا ابر سے [illegible]
دیا من کھنچ [illegible]
نصیب شام چمکایا قمر سے
سیاہی کھوئی بجلی سے گھٹا کی
شرر چمکائے چقماق سیہ سے
اسی سے سایہ بنجاتا ہے پھر دھوپ
نہ گھٹنے دی تجلی داغ مہ سے
عیاں پتھر سے یاقوت ختن ہے

جہاں - تاریکیٔ چشم خواب کو دی
گہن کے بعد سورج کو دیا نور
پر طاؤس کو اس نے چمک دی
اسی کے فیض چشم مکرمت سے
جدھر دیکھو تھا پھیلا علم کا نور
چراغ علم و فن کی روشنی تھی
... دن سال تک چمکا ستارا
سیاہی لکھتی تھی روشن مضامین
مگر چھائی گھٹا جب درد و غم کی
... بو پار کر دیتی تھی بیڑا
ہوئے بدلے گلوں کے خار پیدا
لہذا وہ کئے ایشر نے ساماں
چھری جو گردنوں پر پھر رہی تھی
ترحم سے اسے فرما دیا کند
بٹھایا تین جانب خاص پہرا
ادھر تھی راج سنگھ الیسوں کی چوکی
مرہٹوں کا ہوا اک سمت پہرا

تجلی کر کے شب تاب کو دی
کیا تابندہ زیر خاک بلور
نظر تیلی کو - نیلم کو ڈلک دی
تھا ہندستان مشرف جس سے
نگاہیں لوٹتی تھیں چشم بد دور
تھی دن کو دھوپ شب کو چاندنی تھی
تھا شوق علم مہر عالم آرا
قلم کے تھے مطالب نور آگین
گری سر ہی پہ بجلی بھی جو چمکی
بنی کشتی کو صرصر کا تھپیڑا
دواؤں سے ہوئے آزار پیدا
کئے جو کرشن نے بہر سداں
جو بجلی خرمنوں پر گر رہی تھی
نہ رحمت سے اسے ہونے دیا تند
کہ جسمیں دے نہ چڑ کا کوئی گہرا
جنہیں پروانہ تھی لاکھ اور سو کی
تھا شب کو پاسبانوں کا یہ لہرا

کھٹکھٹا دو - جو غفلت ہو نیوالو
ادھر غفلت بہت پنجاب میں تھی
گرو گوبند سنگھ اس وقت جاگے
انہوں نے منہ پہ خود چھینٹا لگایا
بتوں کو توڑا آسن تھے دن دہاڑے
لٹو ساری کمائی عمر بھر کی
بھلو عوئے خواہ کچھ نقصان ہو جائے
تعصب کی مٹے دنیا سے ہستی
جو بھولے ہیں خدا کو ہوش میں آئیں
گرو کا دھیان تھا ہو ہار یا جیت
نہ قابو اسپ پر ہو گر ہو تنگ
کیا اس قول سے خوب انکو سرگرم
اسی سے دھرم پر پھیلا گیے پہرا
غرض یاں طول مطلب سے نہیں ہے
لہذا لب پہ ہے مہر خموشی

رہو ہشیار - جاگو - سونیوالو -
تھے سب خوابیدہ خلقت خواب میں تھی
یہ دریا تھے ہوئے سوتوں سے آگے
کھٹکھٹائے - اور لوگوں کو جگایا
انہوں نے اوڑھلے پتے اڈگے پھاڑ
مرے بیٹے - نہ کچھ پروا اگر کی
بری ظلموں سے ہندستان ہو جائے
ہو جائے خود پرستی حق پرستی
سمندر ریکدلی کے جوش میں آئیں
نہیں ہوتی ہے بے بھوکے کبھی پیٹ
کڑا پڑتا ہے جب جاتا ہی تب لنگ
باہن گرد آہن را تواں نرم
اڑا یا حب قومی کا پھریرا
فقط تمہید مضمون دلنشیں ہے
قلم کی آگے ہو گی گرمجوشی

آغازِ مطلب

قلم ہے مائلِ معجز بیانی
سخن ہے سحر آرائے معانی

گرو نانک کی گدی مشتہر ہے
فضیلت سے زمانہ باخبر ہے

کئے اوپدیش جو اول گرو نے
وہ ہیں فضل و لیاقت کے نمونے

پھر اون کے بعد جو گذرے گرو اور
ہوئی عظمت کی شہرت چار سو اور

تھا گدی کا [illegible] ہر اک گرو سے
تھے سب ثابت قدم بڑھ کر دھرم سے

ہر اک تھا حبِ قومی پر نچھاور
نہ جھکتا تھا دِلاور سے دِلاور

کسی کو بھی نہ پروا مال و جان کی
اگر تھی تو فقط ہندوستاں کی

کسی نے جان دیدی رن میں لڑ کے
کسی نے گل کئے شعلے جو بھڑکے

غرض ہر ایک صدقے ملک پر تھا
رفاہِ قوم منظورِ نظر تھا

جب آئے جس کسی آندھی کے جھونکے
نکالے راستے بھبودیوں کے

بھویں ہر وقت خنجر کی تنی تھیں
کمانیں مائلِ صف افگنی تھیں۔

یہاں طولِ بیاں ہونے کا ڈر ہے
سخن کا تنجل منظورِ نظر ہے

ہے لکھنا تذکرہ صرف اک گرو کا
تھا دریا موجزن جسکے لہو کا

ذرا منہ پہلے امرت جل سے دھو لو
تو پھر اوس کے مقدس نام کو لو

گرو گوبند سنگھ اعزازِ پنجاب
شرف ہندوستان کے - نازِ پنجاب

ہے گذرا آپ کو کتنا زمانہ
ہوا ہے کیا سے کیا یاں کارخانہ

زمیں بدلی ہے بدلا آسماں ہے
نہ وہ ہم ہیں نہ وہ ہندوستاں ہے

جسے دیکھو وہی ہے دلِ فسردہ
طبیعت زندہ لوگوں کی ہے مردہ

مگر کہتی ہے جولانی قلم کی
کیا کیا - گر نہ کچھ حالت رقم کی

اسی سے نذر ہے خونِ جگر یہ
زہے قسمت پسند آئے اگر یہ

گرو گوبند سنگھ جی کی پیدائش اور بچپن کا زمانہ

خبرداراںِ ذکرِ ماضی و حال
ہیں یوں صورت نمائے شاہدِ حال

کہ عالمگیر کا جب تھا زمانہ
تعصب کا جما تھا کارخانہ

حکومت چار سو اسلام کی تھی
ہنر کی تیر کی صمصام کی تھی

پڑی تھی دھرم کی منجدھار میں ناؤ
بھنور کہتا تھا لہروں سے ادھر لاؤ

تھی گدی کو ادھر فکر اپنے دیں کی
ادھر تھی تاج کو قوت نگیں کی

جسے چاہا اوسے نیچا دکھایا
نہ جو بھولے سبق بس وہ سکھایا

گرو موصوف کے والد تھے نامی
تھی یکتائے جہاں ذاتِ گرامی

جو تیغ اول بہادر بعد آئے
لبِ خامہ پر اسمِ سعد آئے

عنانِ راہوارِ کِلک تھامے
بلا سے آج کُل شرمندگی ہے
دِکھائے خامہ اب رنگیں بیانی
حکومت شاہِ عالمگیر کی تھی
جو دیکھا موقعِ تادیبِ بنگال
بشن سنگھ ایک نامی تاجور تھے
مقامِ جودھ پور اِنکا تھا بیشہ
انہیں بنگال میں بھیجا جو شہ نے
کہا تیغ اپنی لے جائے بہادر
ہوئی تعمیلِ حکمِ شاہِ والا
تھا سایہ نانکی دیوی کا سر پر
یہ دیوی جسکا ذکر آیا وہ ماں تھی
ہُوا اِس کی تھی گجری بار آور
یہ گجری ماں تھی پیچھے بادشہ کی
ہوئی بنگال پر جس دم چڑہائی
گرو نے پٹنہ میں حفظ داماں کو
گئے آسام۔ دُشمن کو پچھاڑا

نہیں لِکھتا میں اِن کے کارنامے
لِکھوں گا تذکرہ گر زندگی ہے
کِھلائے باغِ مضمون و معانی
عملداری فقط شمشیر کی تھی۔
شہنشہ نے چلی شطرنج کی چال
نیستانِ وغا کے شیر نر تھے۔
زبر کو زیر کرتے تھے ہمیشہ
نہ مانا مُشکلاتِ رزمگہ سے۔
ہو زیبِ تاج یہ بھی بے بہادر
گرو نے پالوں مسکن سے نکالا
وہی۔ جرات دل رہتا تھا گھر پر
سرافراز اور ممتازِ جہاں تھی
تھے آثارِ طلوعِ مہرِ خاور۔
تھی دیوی آدمی کیا مہرومہ کی۔
تلے خنجر کے جنگ آزمائی
کیا محفوظ بیوی اور ماں کو
نشانِ فتح۔ یا مردی سے گاڑا۔

اُدھر خواہش یہ تھی ہو فوج منصور
تھے سمت سترہ سو اور تئیس
مسرت تھی دلِ ہندوستان میں
کیا تھا رزم کو جب عزمِ آسام
یہی نام آج تک وردِ زباں ہے
گرو مہراج کا جب دودھ چھوٹا
مگر بچپن کے کھیل اور اور ہی تھے
کبھی تیر و کماں کا مشغلہ تھا
غُلیلوں سے نشانہ بازیاں تھیں
اِسی صدرت ہر اِک بازیِ اطفال
پدر کی تیغ کے جوہر تھے دیکھے
تھے واقفِ خوبیِ صید افگنی سے
اِسی سے کھیل جو کچھ کھیلتے تھے۔
تھا ہم عمروں کا جوشِ خوں سے دل شیر
نظر میں باپ کا خوں پھر رہا تھا
جو دل میں کھیل کی اُٹھتی تھیں موجیں
گرو مہراج جی کی افسری میں

یہاں قُدرت کو تھا کچھ اور منظور
فلک پر تھا قرانِ ماہ و برجیس
گرو گوبند سنگھ آئے جہاں میں
کیا والد نے تھا تجویز یہ نام
اِسی سے عزتِ ہندوستان ہے
مزہ کھیلوں کا ہم عمروں میں لوٹا
ہر اِک تفریح کے طور اور ہی تھے
جو آئے شیر۔ مارین۔ حوصلہ تھا
ہدف پر خوب تیر اندازیاں تھیں
تھی زیرِ مشق بہرِ اوجِ اقبال
وہ صمصام اور وہ خنجر تھے دیکھے
تھے آگہ جوہرِ خنجر زنی سے
پہاڑ آگے جو آئیں ریلتے تھے
تھے وہ بھی سیر اگر یہ تھے سوا سیر
نگاہوں سے شہنشہ گر رہا تھا
تو ہم عمروں کی بنجاتی تھیں فوجیں
سپہ گھُستی تھی افواج جری میں

قواعد اور یہ بچپن کی تعلیم
کبھی جب دو فریق آپس میں لڑتے
گرومہراج مطلع صاف کرتے
جو سوجھیں عورتوں سے بھی کلیلیں
نہ بچتی تھی کوئی پانی کی مٹکی
ہے تنگ آمد بجنگ آمد کا سچ قول
کہا دادی سے اب پوتے کو روکو
ہمیں دلمیں سمجھ بیٹھا ہے چیونٹی
نہ ادب بزرگی پاس خوردی
لڑکپن ہیں نہ گر تنبیہ ہوگی
سر آنکھوں پہ ہمارے کھیلیں کودیں
شکایت کا جو دروازہ نہ تھا بند
مگر یاں اک ہوا سی بہہ رہی تھی
تھا دل کا قول۔ حب داب کیا ہے
اگر ضیغم نہ دل کو شیر کرتا
طبیعت تھی جوانمردی پہ مائل
ہر کار سے کہ ہمت بستہ گردد

ہوئی مہراج جی کو وجہ تعظیم
تو ان کے پاس آتے تھے جھگڑتے
سر اجلاس خود انصاف کرتے
گھڑوں کو شست سے تاکیں غلیلیں
نہ غم تھا ڈانٹ کا۔ پروا ڈپٹ کی
مروت پر پڑھی ہر اک نے لاحول
کہا ماں نے کہ بچے بیٹے کو ٹوکو
ابھی سے بن چلا کلجگ کی کھونٹی
سہی جائے کہاں تک دست بردی
تو کہئے کس سے پھر تشبیہ ہوگی
مگر یہ کیا گھڑا دیکھیں۔ تو چھوڑ دیں۔
تھے صدقے گوہر گنجینہ پند
شجاعت کان میں کچھ کہہ رہی تھی
ہے رستم چیز کیا سہراب کیا ہے
تو کیونکر ہاتھیوں کو زیر کرتا
تھا دل اس شعر کے مضمون کا قائل
اگر خارے بود گلدستہ گردد

تھے یہ جسوقت کمسن چشم بددور
کہ تھے یہ حسب عادت حسب معمول
کہ گذرا پٹنہ کا سردار ادھر سے
جو لڑکے ساتھ تھے گھبرا کے بولے
جلوس خسروی پیش نظر ہے
سواری کا ادب ہمکو ہے درکار
گرومہراج بولے ڈر نہیں کچھ
چڑھا و خوب منہ۔ آداب کیسا
غرض جب اس طرف گذری سواری
سمجھ کر دلمیں بچوں کی شرارت
غرض یاں وہیں کئی باتیں ہوئیں اور
مہم سے جب پدر واپس گھر آئے
بسایا گاؤں آنند پور انھوں نے
وہیں سب بال بچوں کو بلایا۔
سکونت کو تھی عمدہ ہر عمارت
تھا ان ایام میں آشوب کا دور
بزرگی کو شجاعت نے مدد دی

روایت اس زمانے کی ہے مشہور
نئی بازی نئے کھیلوں میں مشغول
ہر اک نے پیشوائی کی نظر سے
کہ نواب آتے ہیں خنجر کمر توڑے
ہر اک کا خم ہے تسلیم سر ہے
ہیں سب انکی رعایا یہ ہیں سرکار
ہر اذیتہ ہے۔ خوف شر نہیں کچھ
کہاں کا بادشہ۔ نواب کیسا
تو کی نواب کی لڑکوں نے خواری
نہ کچھ دکھلائی حاکم نے حرارت
عروج بخت نے چالیں چلیں اور
تھے سب شادان لڑائی سر کر آئے۔
سکونت کی وہیں منظور انہوں نے
وہیں کل خاندان پٹنے سے آیا۔
تھی سادہ جنگ سے شان امارت
تھے نقشے اور ہی کچھ صورتیں اور
نگاہ شہ میں کھٹکی دھرم گدی۔

تھا دل میں ڈر ہر تازہ شر نہ اک دن
گرو مہراج کے نامی پدر نے
فنونِ جنگ سکھلائے پسر کو
کھلونوں کے بجائے یہ اس عمر میں نام
اودھر تعلیم علم دنیوی تھی
اودھر تھا ہاتھ میں رِیفل کا گھوڑا
کچھ ایسا سیکھا فنِ شہسواری
مفید عال درسِ فارسی تھا
علاوہ اس کے ہر تعلیم دینی
خلاصہ یہ کہ پائی ایسی تعلیم
جب آیا سترہ سو بیس سمت
جو ہر جی مل معزز کھتری تھا
تھی جیتو اس کی خوش تقدیر دختر
اوسی کی راس آئی عقد بندی
جب اس عشرت سے جب شادی کے دن تھے
ہوئی شادی مرادیں پائیں سب نے
پوچھتی ماں باپ کو یہ تھی نہ تھوڑی

کہیں کچھ بھی اُٹھائیں سر نہ اک دن
دیا موقع نہ اُنھوں سے گذر نے
کمالِ رزم دکھلائے پسر کو
تبر ــ تیر و کماں، توپ اور صمصام
ادھر تقویتِ دست قوی تھی
ادھر تھا زیرِ ران گھوڑے پہ گھوڑا
تعاقب جب کیا ہر صرنے ہاری
عروسِ فضل کو جو آرسی تھا
ہوئی عزت فزائے نکتہ بینی
کہ اہلِ علم دفن کرتے تھے تعظیم
تو ٹھہرا مشورہ نسبت کی نسبت
نہیں شک ماہِ اوجِ برتری تھا
تھا جسکے شرم سے سورج کا رُخ
دلوں کو تھی نشاطِ رشتہ مندی
گرو مہراج بالکل صغیر سن تھے
مسرت کے مزے لوٹے طرب
ہر گھر رادھا کنہیا کی سی جوڑی

گرو تیغ بہادر جی کی وفات کے متعلق واقعات

تھے سچے پا رستہ مصروفِ تعلیم
تھا دلِ شیر اور خنجر کے دھنی تھے
ادھر بڑھتے تھے یہ مثلِ مہِ نو
تھا عالمگیر دہلی کا شہنشاہ
عروج اس کے ستارے کا بڑا تھا
یہی خواہش یہی اسکا تھا ارمان
تشدد بھی تھا بدعت بھی ستم بھی
جنہیں تھی اپنی اپنی جان پیاری
مسلماں ہو گئے کی سر کی بلا دور
کئی قصبوں میں جب اسلام پھیلا
مثل ہے گھر کا بھیدی ڈھائے لنکا
جو ہندو جبراً ایمان کھو چکے تھے
چھوا اون کا جو پیتے تھے نہ پانی
تعصب سے بجار دل نکالا

شکار و صید کا تھا وقت تقسیم
زیادہ شائقِ صید افگنی تھے
اودھر گھٹنے لگا والد کا پرتو
تھا بھادوں کی (نظراً) چوتھ کا ماہ
ہوئے ہندو گرہ لیکن کڑا تھا
کہ ہندو ہوں کسی ڈھب سے مسلمان خواہ
تھی پیاسی خون کی شمشیر دم بھی ببر
اونھوں نے کی حفاظت اختیاری
ہوئے فلفل وہ جو پہلے تھے کافور
مچی چاروں طرف سے وائے ویلا
بجا اسلام کا پھر اور ڈنکا
جو مجبوراً مسلمان ہو چکے تھے
ہوئے وہ ہندوؤں کے خصم جانی
کبھی خنجر کبھی تھا تیز بھالا

اُدھر اصلی مُسلمانوں کے تھے جور
چڑھا جب نیب پر کڑوا کریلا
اُدھر طاقت کے بازو کٹ چکے تھے
جو ہاتھ اپنے تھے چلتے تھے وہ سر پر
جو اپنے دھرم پر ثابت قدم تھے
مُسلماں جو ہُوا اُسکی بڑھی شان

مہابت خاں تھا پہلے رجپوت ایک
مُسلماں جب ہُوا پائی وہ توقیر
بہت روزوں تک اِسنے قید رکھا
رہائی دی تو پھر بھی ڈر نہ تھا کچھ
اِسی صُورت ہوئے جو جو مُسلماں
نہ اصلی خُون کا مُطلق رہا جوش
لگی گھر آگ گھر ہی سے زیادہ
اگر اپنے پرائے ہو نہ جاتے

اِدھر جو ہندؤں کا سرغنا تھا
کِسی کو پاسِ تاجِ خسروی تھا
یہہ سُوجھی تھی بچانا ہے اگر جان

اِدھر تو مُسلموں کے طور بے طور
تو دُکھ کُل ہندؤں نے خوب جھیلا
اِدھر جو حوصلے تھے گھٹ چُکے ک
تھا تیر اپنا ہی اپنے ہی جگر پر
وہ گویا لقمۂ تیغِ دودم تھے
مہابت خان کے ایسے پائے سامان
تھا راجستھان کا گویا سپوت ایک
کہ بھولا چیتے شاہِ جہانگیر
فقط فتراک ہی میں صید رکھا
وہ جُرأت تھی کہ خوفِ شہر نہ تھا کچھ
ہوئی اُن کو ہوائے حُور و غلماں
جفا پر تُل گئے جو تھے وفا کوش
خُمار انگیز نکلا دردِ بادہ
مُقدّر ہندؤں کے سو نہ جاتے
وہ خود بھیگی ہوئی بلّی بنا تھا
کِسی کو خوفِ بازوئے قوی تھا
دبائے راجدھانی میں رہو کان

جنہیں طوقِ غلامی بار ہی تھا
اطاعت کو وہ ذِلّت جانتے تھے
مگر لاکھوں ہی اپنی مصلحت سے
ہوئے اسلام کی دعوت سے مُمتاز
ابھی تک نقشۂ مردم شماری
تھا جن لوگوں میں کچھ پاسِ شرافت
جنہیں منظور سلطان کی خوشی تھی
رہی جب عزّتِ تبلیغِ اسلام
تھی عالمگیر کو لیکن یہی چاہ
تعصّب کی ہوئی جب تیز شمشیر
برہمن اُڑ گئے - باتوں پہ ہٹ کی
ہُوا سُلطانِ عالمگیر بدظن
ترقّی پر جو ان روزوں تھا سِکھ دھرم
برہمن آملے چل چل کے گھر سے

اُدھر اورنگ زیب ایسا شہنشاہ
اُدھر ٹڈّی کے دل کیطرح فوجیں
رگوں میں خون تک باقی نہیں تھا

ستم اُن کے گلے کا ہار ہی تھا
نہ تلواروں کا لوہا مانتے تھے -
کسی مطلب سے باعث یا جہت سے
رسول اللّٰہ کی اُمت میں سرافراز
دِکھا دیتے ہیں ہندو خون کو جاری
اونہوں نے جھیل ڈالی سر کی آفت
سرِ تسلیم - اُنکی خامشی تھی
تو پھر کی دعوتِ شمشیر و صمصام
کہ ہندو ہوں مُسلماں خواہ ناخواہ
تو پہلے اُس نے تاکا ملکِ کشمیر
رہے ضابطہ نہ پروا کی ڈپٹ کی
بُلائے چند کشمیری برہمن -
تھا حُبِّ قوم کا بازار کچھ گرم
گرو مہراج تھے نامی پدر سے

اِدھر وہ جنکا بالکل ہاتھ کوتاہ
اُدھر برساتی نالوں کی سی موجیں
تھے خالی جام و خُم ساقی نہیں تھا

شاہجہاں کی قید اورنگزیب

گھٹا ادبار کی چھائی ہوئی تھی
تھا عالمگیر کو مطلب سے مطلب
پدر کو قید میں ڈالا جفا کی
جو ہندوستان کا فرماں روا تھا
پیاز اک اور کل دو روٹیاں تھیں
کبھی پانی پہ پہرے بیٹھتے تھے
جو کچھ شاہِ جہاں کہہ دے غلط تھا
ہیں کل تاریخداں مداح دارا
مرادِ نوجواں سے وہ دغا کی
بھتیجے باپ بھائی غیر تھے غیر
بہادر شہ ولیعہدِ شہی تھا
ہوئی جب گولکنڈہ پر چڑھائی
عمل اسوقت ناناشاہ کا تھا
بہادر شاہ کی نیکی تھی مشہور
خلافِ رائے سلطاں رائے جستن
یہی آخر کو آیا قول بھی ٹھیک
ذرا سی سازشوں کی بدگمانی

بالکل قوم پر آئی ہوئی تھی۔
نہ کچھ تھا کفر یا مذہب سے مطلب
ستایا دے کے تکلیف انتہا کی
اسی کے خون سے دردِ لادوا تھا۔
بدن کی نوچنے کو بوٹیاں تھیں
کبھی چوکی پہ پہرے بیٹھتے تھے۔
نہ کاٹا سر کو رحم اتنا فقط تھا
مگر اُف کیسی بیرحمی سے مارا
کہ ہو جاتی ہے غیرت انتہا کی
دکھائی ظلم کی بیٹوں کو بھی سیر
لیاقت میں جو تھا افضل یہی تھا۔
ملی شہزادہ کو کشورکشائی۔
قمر پر گویا سایہ راہ کا تھا۔
مگر اس قول سے ہوتا تھا مجبور
بخونِ خویش باید دست شستن
پسر کی خوب کی والد نے تضحیک
ہوئی بیٹے کو قہر آسمانی

ملی اس ظلم سے نو سال کی قید
حجامت تک بنی بعد رہائی
بہو کو سخت ذلت سے بلایا
محمد اکبر اس کا شاہزادہ
جو چونکا خدشۂ ظلمِ پدر سے
مگر شاہِ مغلیہ کا تھا اقبال
نہ الفت کی کہ یہ خونِ پدر ہے۔
غضب کا واقعی چرکا لگایا
اگر آڑے نہ آتا شاہِ ایران
برہنہ رات دن تیغِ ستم تھی
چلی جب ایسا عالمگیر کا تھا
تعصب کی نہیں واجب شکایت
کہ پکڑو باپ کو بھائی کو مارو
تھا جب اپنے ہی خون کے ساتھ یہ چال
حکومت کی ہوس سے دل نہ تھا سیر
اسی کی سکھ گرو سے کر کے فریاد
گرو صاحب جو نہ کے سپر تھے

کہ خسکی مثل ہے دنیا میں ناپید
نہ کپڑے دیکھنے کی نوبت آئی
مقدر نو برس یوہیں سلایا
اُولوالعزم اہلِ ہمت۔ ذی ارادہ
ہوا خود سر بکف تشویش شر سے
چلی اس نے غضب کی اک نئی چال
نہ سمجھا یہ کہ دہلی اس کا گھر ہے
کیا پیچھا تو مسقط تک بھگایا
تو ہوتا اس کا قصرِ عمر ویران
اذیت جس قدر ہوتی وہ کم تھی
تو قابو حکمتِ عملی پہ کیا تھا۔
اُوسے تھی قدرتاً کوئی ہدائیت
پسر کا بے تکلف سر اُتارو
تو ہندو اس کی نظر دشمن تھے کیا مال
بنایا سب کو روبہ خود بنا شیر
جو چاہی برہمن فرقے نے امداد
بہادر تھے جری تھے زور ور تھے۔

کہا دہلی میں جاؤ خوف کیا ہے — ہمارا ہی تو پرمیشر خدا ہے

مخالف ہے جو عالمگیر کیا غم — اگر سر پر بھی ہو شمشیر کیا غم

ہو کچھ ہندو دھرم کی لاج رکھو — یہی ایک اپنے سر پر تاج رکھو

برہمن پہونچے دربارِ شہی میں — تھی مذہب کی عقیدت ہمرہی میں

وہیں اسلام کی دعوت ہوئی پیش — لگا یا زخم ان پر جو تھے دل ریش

نہیں دل کوئی لیکن کانپ سا تھا — جو محتاج ایک دو تین آنچ کا تھا

ہوئے باتوں میں یہ شہ سے اشارے — کہ ہم جیتے ہیں حضرت کے سہارے

نہیں اپنا پرانا نام منظور — خوشی سے دعوتِ اسلام منظور

مگر کہتا ہے جوش اصلی لہو کا — بلاوا سب سے پہلے ہو گرو کا

یہ دعوت وہ اگر منظور کر لیں — ہیں حاضر ہم یہاں تک آپ سر لیں

گرو صاحب کی دعوت ہو جب پہلے — زباں خود یا رسول اللہ کہہ لے

نہ بہاتا شہ کو تھا سکھ دھرم کا زور — یہ دہشت بھی نہ دب جائے کہیں کور

سنا جب مرحلہ کشمیریوں کا — تو فتنہ جاگ اٹھا دلگیریوں کا

بلایا شاہ نے ان کے پدر کو — گئے وہ جانشین کر کے پسر کو

یہ چلتے وقت فرمائی نصیحت — کہ دیکھو شاہ کرتا ہے فضیحت

یہاں کچھ بھی نہیں مرنے کا ڈر ہے — رضائے خسروی مدِ نظر ہے

نہیں میں اپنا سر دینے چلا ہوں — کوئی غیبی خبر دینے چلا ہوں

جب اس سر ترا شی کا تماشا — تو مقتل میں نہ رہنے پائے لاشا

ہیں سکھ اور ہندو دھرم سونپا — زمانہ کا بھی سرد و گرم سونپا

...ن یہ ہے سپردم مایۂ خویش — تو دانی کل حساباتِ کم و بیش

...تیت ہو چکی ٹھہری سفر کی — نہ دیکھی پھر کے صورت اپنے گھر کی

دہلی میں گئی ذاتِ ہمایوں — عدوئے جان نے سر پر لے لیا خوں

...ے پر جب چلی بدعت کی تلوار — جو سر پر کر چکی تیغِ اجل وار

...تا جیون زنگڑ اک سکھ نام اور — خیالِ حبِ قومی پر نچھاور

...سر لایا گرو مہراج کے پاس — نہ کچھ غم تھا نہ خدشہ تھا نہ وسواس

...ئی سکھ اور اس کی لے گیا لاش — جو سلطاں سے خفا لیکن خوفِ پاداش

...ند اس نے رکھ کر لاش گھر میں — لگا دی آگ سارے مال و زر میں

شہنشہ پر نہ یہ پردہ ہوا فاش — کہاں کس وقت کیونکر جل گئی لاش

گرو گوبند سنگھ جی کی مصلحت اندیشی اور گوشہ نشینی

جو ظاہر اور باطن شہ کے سر تھے — گرو مہراج ان سے باخبر تھے

پدر کے خون کی تھی آنکھوں میں لالی — نظر میں کد تھی عالمگیر والی

گرو مہاراج نے کی دُور بینی
پہاڑوں پر رہے مسکن کو چھوڑا
غرض رکھی نہ کچھ بھی رعب شہ سے
مگر دسویں گرو نے گھر جو چھوڑا
علوم اہل عرب کے کر لئے یاد
زبان سنسکرت اونکی زباں تھی
لہذا اُس کی جو تعلیم پائی
پڑھی جاتی تھیں تاریخیں ہر اک روز
کبھی تھے واقعے فتح و ظفر کے
غرض تاریخ میں جو جو رقم ہے
کسی تاریخ کے جو جو ورق تھے
فقیری میں تھا شغلِ درس و تدریس
اُدھر گدی کا بیٹھا رعب سب پر
یہاں تک دن نہ سمجھو رات یہ تھی
مگر چمکے گا مہراب۔ نور ہو گا۔

نکالا حیلۂ گوشہ نشینی
تعلق توڑنا تھا جس سے توڑ
نہ مثلِ قطب جنبش کی جگہ
تو اپنے عہد سے پھر مُنہ نہ مو
ہوئے ایران کے علم و فن میں
زباں کیا کُل زبانوں ہی کی
بہت کچھ قوم سے تعظیم پا
تھا ساز عیش بھی غم کا بھی تھا
کبھی تھے معرکے تیغ و س
قلم جتنا لکھے اُتنا ہی کم ہے
گرو صاحب کی ہمت کو سبق
گذارے سال اُنھوں نے اسطرح
اُدھر تاباں ہُوا انجم مقد
گرو عزلت گزیں تھے بات
اندھیرا ہند کا کافور ہو گا

گرو گوبند سنگھ جی کی گوشۂ عافیت کے باہر جلوہ افروزی

خموشی میں جو گذرے سال یوں بیس
کبھی کانوں میں ویدوں کی صدا تھی
سُنی جو نہ ہی ہاتھ آئی پوتھی
بڑھائی خوب معلومات دینی
جو تھی خواہش ہو مضبوط اور بنیاد
غرض یہ تھی کہ ہندو شیر نر ہوں
نگاہوں میں تھا نیرنگِ زمانہ
نہ کہہ سکتے تھے ہندو سہم میں ہندو
جو ہندو راجے چھوٹے یا بڑے تھے
طویلے کی جو لیتا ہچ ہے مشہور
اگر تختِ حکومت پر چچا تھا
تھے بھائی۔ بھائیو نکے خوں کے پیاسے
لپٹ آتی تھی سب کو پھوٹ گھر کی

گروجی کا ہُوا آغاز تقدیس
کبھی دِل کو پرانوں کی ہوا تھی
پڑھی پستک مفید قوم جو تھی
بہت کی اس چمن میں خوشہ چینی
پسند دِل اصولوں پر کیا صاد
ہوس یہ تھی مخالف جو ہیں سر ہوں
تھا پیشِ چشم اُلٹا کارخانہ
بنے جو مردِ میداں کم میں ہندو
وہ گھوڑے بیچکر سوئے پڑے تھے
وہی کی سارے رجواڑوں نے منظور
بھتیجے کیطرف سے شر مچا تھا
نہ تھا غم۔ راج مِٹ جائے۔ بلا سے
کٹی جڑ جب قومی کے شجر کی

عدو لاٹھی سے پانی ہو رہا تھا | جو تھا بیدار وہ بھی سو رہا تھا
کہیں تو گوشت سے ناخن جدا تھے | کہیں کشتی کے دشمن ناخدا تھے
کہیں گھر میں لگی تھی آگ گھر سے | کہیں سر پر بلا تھی اپنے سر سے
ہر اک آپس میں مارِ آستیں تھا | جو تھا ساہی کا کانٹا بالیقیں تھا
کہاں کا میل کیسی صلح جوئی | نہ تھا ایک ایک کا القصہ کوئی
تھا خونریزی سے وہ بے فصل کا پھاگ | کہ ڈفلی اپنی اور اپنا ہی تھا راگ
اودے پر تھوڑا تھوڑا جاگتا تھا | مگر کب کلمہ کرن جب بھاگتا تھا

اگر پرتاپ سا رانا نہ ہوتا | تو سمجھو راجپوتانا نہ ہوتا
اُدھر صرف ایک سیواجی کا دم تھا | جو پونا میں فقط ثابت قدم تھا
علاوہ ان کے جو راجے تھے نامی | پسند آیا اونہیں طوقِ غلامی
شہانِ وقت سے پاکر اشارے | بنے ہاتھی وہ۔ جو فوج اپنی مارے
زبردست ایسی طاقت اجنبی تھی | جو انمردوں کی کو راسے دبی تھی
تھا دل میں جوش لیکن کچھ نہ بس تھا | عقابِ زعم پابندِ قفس تھا
جو ہندو اپنی مٹھی بند کرتے | ہلاہل جو تھا اُس کو قند کرتے
مگر ٹوٹے ہوئے دل جڑ نہ پائے | جو پر لا سکے تھے اُڑ نہ پائے
غرض سچے گرو گوبند جاگے | جو یہ جاگے تو بختِ ہند جاگے
مگر شاہِ مغل کا سامنا تھا | سمندر کے تھپیڑے تھامنا تھا

جو طاقت تھی وہ بازو کو بھی معلوم | کمی بیشی ترازو کو بھی معلوم
شجاعت کا مگر پلہ تھا بھاری | طبیعت تھی گرانی سے نہ عاری
جو دل تھا سیر بھر دو سیر ٹھہرا | نیستاں میں نہ پھر وہ شیر ٹھہرا
خیال خدشہ و اندوہ چھوڑا | وطن میں گھر بنایا کوہ چھوڑا
جو اندیشے یہاں تھے دور پائے | پرانے مخمصے کافور پائے
رفیق اُٹھ دوڑے بہر پیشوائی | سکھوں نے کی ادب سے جبہ سائی
جو ہمدم تھے وہ عزلت گزینی | بنے وہ بازو تلقین دینی
تقرب جن کو تھا وہ پیش و پس تھے | تھے منظورِ نظر جو ہمنفس تھے
شکار و صید کے جاری تھے اشتغال | سمجھتے تھے نہ کچھ بھی شیر کو مال
مشقت کی تھیں مشقیں یوں جاری | درِ ہمت نہ محنت سے تھی عاری
ضرورت بھر تھے صرف اسبابِ راحت | زیادہ تھی نہ فکرِ استراحت
تھا سختی جھیلنا دل کیلئے کھیل | شجاعت ڈالتی تھی آگ پر تیل
ہوس تھی خونِ ہندو ایک ہو جائے | بُرا بھی ہو جو وہ بھی نیک ہو جائے
یہ سمجھیں سب بدن میں اک لہو ہے | ہیں پھول اُس بوستاں کے جن میں بو ہے
خیال ایسے اونھوں نے کر کے دل میں | جکڑ لی حبِ قومی آب و گل میں
پہاڑوں پر تھے سامانِ فقیری | یہاں ہونے لگے سازِ امیری
مخالف تھا جو زورِ کج کلاہی | کہا دل نے کر اب ہو ٹھاٹھ شاہی

ہوا بس اور کا کچھ اور گھر بار | ہوا نامی گرو صاحب کا دربار
مریدوں کا ہر ایک دم جمگھٹا تھا | درِ دولت پہ جو تھا وہ ڈٹا تھا
چڑھاوے خنجر و شمشیر کے تھے۔ | جو نذرانے تھے تیغ و تیر کے تھے
تھا سب پر مذہبی عظمت کا کوڑا | تھی جنکو مقدرت لاتا تھا گھوڑا
گذرتی تھیں زر و گوہر کی نذریں | گنی جاتی نہ تھیں دن بھر کی نذریں
خزانہ کا اثاثہ بس یہی تھا | یہی سرمایۂ شانِ شہی تھا
سلاحِ جنگ جو ہاتھ آگئے تھے | نہ تھی پروا۔ پرانے یا نئے تھے
ادنہیں کو سان پر رکھا۔ جلا دی | جلا کیا دی سبھوں ہی کھلا دی
جما جب رنگ شانِ خسروی کا | تو دوڑا خون بازوے قوی کا
امیری نے کہا شانِ شہی ہو | فقیری بول اٹھی ہاں ہاں یہی ہو
گرو نے فوراً اپنا طور بدلا | جہاں کے رنگ پر رنگ اور بدلا
ہوا یہ مدعا یہ بات چاہی | کہ ہو تبدیل رنگِ بادشاہی
کرو گھر میں مزے معراجِ اسلام | ہو خوش کلغی لگا کر تاجِ اسلام
مگر خونریزیاں لازم نہیں ہیں | ہوئیں جو تیزیاں لازم نہیں ہیں
خدا کے بندۂ درگاہ ہیں سب | وہاں یکساں گدا و شاہ ہیں سب
تھا دو آنکھوں کا اُس دم مرحلہ پیش | جو کوئی چھوٹ جائے ہو جگر ریش
مگر ایک آنکھ پر بدعت بڑی تھی | وہی چھوٹے قریب ایسی گھڑی تھی

گرو مہراج جتنے ہوا کے سرما | کیا سچ ہم ثواب و نیز خرما
ادھر سرمے سے چشمِ تیغ چمکی | اُدھر آنکھیں کھلیں اہلِ ستم کی
جمے جب رنگ شانِ خسروی کے | تو بپھرے شیر بازو قوی کے
کہا کچھ ہو لگے شاہانہ دربار | مزے شاہی کے لوٹے سار لگر بار
گرو گدی پہ تھی شانِ فقیری | تھے سنگاسن پہ اندازِ امیری
مگر ہر دم یہ چرچا تھا زباں پر | کہ آفت آئی ہے ہندوستاں پر
نہ جبتک یہ بلا سر سے ٹلے گی | حمیت نام خاموشی نہ لیگی
جو تھی سب اونچ نیچ انکی نظر میں | لگایا خنجرِ شاہی کمر میں
نظامِ سلطنت لوگوں میں بانٹا | جو لائق تھے ادنہیں خدمتیں چھانٹا
بڑھا شوقِ شکار و صید دل میں | ہوئی افزونی خون آب و گل میں
سواری کی ہر اک دن شان تھی اور | گرو مہاراج کی اٹھان تھی اور
جدھر نکلے۔ ہوئے سامان ادب کے | بہت جھجکے بہت دہشت سے دیکھے
مریدوں کا سرِ تسلیم خم تھا | جو تھا وہ شائقِ خاکِ قدم تھا
ادھر تھیں صیدگاہوں کی یہ سیریں | ادھر خواہش تھی بحرِ غزل میں پیریں
تھی رکھتی باڑھ خوفِ تیغ زباں پر | دماغِ شاعری تھا آسماں پر
جو گنتے تھے وہ گڑ جاتا تھا دل میں | نگیں کی طرح جڑ جاتا تھا دل میں
بنا پھولوں [illegible] لازم | تھی مضمون آفرینی انکو لازم

اشارہ تھا جنہیں وہ شاعری ہو
سُنے مُژدہ تو خنجر لیکے اُٹھے
اگر سر کٹ گیا ہو ہاتھ اُٹھے جائیں
مریں دم توڑ دیں یا جان نکلے
بنے دم پر رہے قبضے میں تلوار
جو کوئی لیکے خنجر سامنے آئے
سروں پر چلے جب تلوار چمکے
بہے خوں غم نہیں ہاں جوش وہ ہو
کمانیں تیر سے جھکنے نہ پائیں
جگر کیا جسم بھر غربال ہو جائے
جدھر ہاتھ اوٹھے کچھ کر کے دکھاوے
کٹے جتنی جتنے تیر نکلیں
بلا سے بن گئی ہو جان پر بھی
ہو استقبال اُدھر تیغ عدو کا
ہے دھیان اونکو جو تلوار چومیں
بہا دو خون او نہیں طوفان ہو جائے
زمیں شمشیر سے دب کر نہ دیکھا لیں

شجاعت کوٹ کر جسمیں بھر
ہتیلی پر کٹا سر لیکے او
جنازے ہاتھ ہی کے ساتھ اُٹھے
نہ تیغ و تیر کا ارمان نکلے
نہ ہو غم۔ گر گرے تیغ اجل وا
وہ اپنا ہی کلیجہ تھلملنے آ
تھلکے ایسا بیٹھے تیر جم کے
کہ جو دیکھے عدو بیہوش وہ ہو
بڑھے جائیں قدم رکنے نہ پائیں
رہے یہ دھن کہ خنجر لال ہو جا
دوامی زندگی مر کے دکھاوے
مہا کالی کی وہ شمشیر نکلیں
نہ اپنی پیٹھ دکھلائے سپر بھی
ہو طوفاں خیز اودھر دریا لہو کا
عدو ڈوبیں تو اپنے ہی لہو میں
ہمیں ہر زخم تازہ جان ہو جا
یہ ہمت ہو کہ مُنہ پر زخم کھالیں

پچھ جلے سے جان جائے
دھرم کا اوپدیش اِدھر تھا
تھا خونِ جگر مرہم یہی تھا۔
نشا جو چڑھا تھے گرا ہے
جو مصلحت سوچی گرو نے
راجے ہمیال ان کے نہیں تھے
سی سے ہر طرف پاکر اندھیرا
جس مذہب پہ ہر دم ہر محل وار
ت کی اکال ایک اور سب ہیچ
جب تک نہ حرم کی ہو سر پرستی
نہ اب ہے خنجر تو جینے کا
میں موقع کوئی بت بنکے بیٹھے
جو رن سے ہٹے اوتار وہ ہے
دِل کا جوش خون نس نس میں ہو گا
تیرتھ جاترا کا جنکو ارمان
اپنا جو ہر گنگا کا جل ہو
نے کافور آنکھوں کی سفیدی

نہ لیکن قوم کا ایمان جائے
اُدھر ہر نظم میں خونِ جگر تھا
علاجِ درد و رنج دشمنی تھا
لگائے وہ اِسی مرہم کے پھائے
تھے اسمیں عقل و حکمت کے نمونے
تھے سورج رات کے دن نہیں تھے
جو سورج غرب میں تھا اسکو پھیرا
اوسکے ہاتھ میں پکڑائی تلوار
حیات و زندگی روز اور شب ہیچ
تو کیا لطف بہار باغ ہستی
ہے اب موقع کٹے سر پوجنے کا
وہی نرسنگھ ہے جو تن کے بیٹھے
ہنوماں سا سپہ سالار وہ ہے
تو راون کمبھ کرن تک بس میں ہو گا
وہ گھر بیٹھے کریں تیرتھ کا سامان
ذرا سی جان تلسی جی کا دل ہو
چھدا سینہ بنے۔ پوجا کی بیدی

ہو روشن آرتی سوزِ جگر کی
کبھی ہو آسنی تیغ و تبر کی

بمثالِ بالمیک اُلٹی ہو گفتار
زبانیں رام کے بدلے کہیں مار

ہو پوجا میں رقیبوں کا بلاوا
چڑھے طرفین کے سر کا چڑھاوا

کرے ایسی پرستش کا جو ساماں
کنہیاجی اُسے سمجھیں سُداماں

جو خنجر سُرخرو وقتِ جدل ہوں
پھل اونکے رام کو سیوری کے پھل

ہو تریں یا تو اپنے ہی لہو سے
نہیں تو جل چڑھے خونِ عدو سے

تلک بیکار چندن یا کسی کا
ہو ماتھے پر جو انمردی کا ٹیکا

ہوں ڈورے تیغ کے زناریں بھی
ہوں پھل خنجر کے بندنوار میں بھی

ہیں سب ہندو رگوں میں ایک خوں ہے
جنھیں ہے غیرت اونکو جنوں ہے

برابر ہے بڑی اُنگلی کہ چھوٹی
تو ہے ایک جبکی سب میں روٹی

گرو کو تھی غرض آنند ہو جائے
کھلی مٹھی جو ہے وہ بند ہو جائے

ہر اک سمجھے ہر اک ہندو کو بازو
ہوں بانٹ اور اُدہر ہر طرف اک ترازو

ہزاروں پھول ہوں لیکن چمن ایک
کروڑوں جسم ہوں خونِ بدن ایک

اُدھر سکھ دھرم کی لازم تھی تعلیم
اِدھر تھی مذہبِ ہندو کی تعظیم ۔

سمندر ایک تھا ندیاں کئی تھیں
ہوئی تھیں خشک کچھ کچھ بہ گئی تھیں

سمندر بھی اُبچ سکتا ہے کوئی
جو طوفان آئے بچ سکتا ہے کوئی

یہی سب سوچکر باتیں گرو نے
خیال اپنے کئے پہلے سے دونے

زباں پنجابیوں کی گورمکھی تھی
تھی جتنی خلقت اِنروزوں دکھی تھی

پس ایسی لب سے کی امرت کی بارش
کہ ہو طولِ سخن گر ہو گذارش

اصولِ مذہبی میں تھی یہ ترمیم
جو ہندو چار درنوں میں ہیں تقسیم

بہادر ہوں دلاور ہوں جری ہوں
غلامی پر کریں تُف ۔ چھتری ہوں

قدم شُدر آگے رکھیں برہمن سے
ہیں جتنے ویش پھیریں مُنہ نہ رن سے

اگر شُدر اِک پیئے قوم اپنا سر دے
تو بیشک برہمن کو مات کر دے

ہدایت تھی کہ ایشور ہو جو دل میں
تو ہو قومی محبت آب و گل میں

تعصب سے جو ٹوٹے دل ہیں جُڑ جائیں
نفاقِ باہمی کے دھڑکے اڑ جائیں

جو باقی اور اصول مذہبی ہیں
ہم اُنسے وہ نہ ہم سے اجنبی ہیں

رواج اونکا نہیں کچھ آجکل سے
اونہیں پر ہے عمل روزِ ازل سے

حروف اِک ہیں سوادِ خط میں ہے فرق
جو اک کہتا ہے پورب دوسرا شرق

گرو گوبند سنگھ جی کی مصلحتِ وقت کے موافق اظہارِ طاقت

گرو دھرم راج کا جب دور آیا
ہوا بدلی زمانہ اور آیا

نہ تھے ارجن جدھشٹر بھیم باقی — فقط ناموں کی تھی تعظیم باقی
مہا بھارت کا چرکا سہہ چکے تھے — ہزاروں خون کے دریا بہہ چکے تھے

دغا کیا راجہ جے چند کو دین — یہی بس چاہتا ہے دل کو رو دیں
اسی نے قوم کی کشتی ڈبو دی — نتیجہ یہہ ہوا جان اپنی کھو دی

شہاب الدین غوری کے تھے حملے — تھی فکر اس کو ظفر پائے تو دم لے
سمر سنگھ اور پرتھی راج ادھر تھے — ادھر بھی اور ادھر بھی شیر نر تھے.

میانِ رزمگہ چمکا کئی بار — رہا فرمایا کر کے گرفتار
شہاب الدین نے آخر میں دغا کی — امان ہو جان کی یہ التجا کی
سریر آرا ہے شاہِ غور بھائی — ہوں میں اک خادمِ فرمانروائی
خلاف اسکے چلوں تو جان لیگا — موافق آپ سے ہوں جان لیگا
غرض اسطرح معروضات کر کے — نکالے حوصلے تیغِ ظفر کے

ادھر جے چند راجہ نے دغا کی — پتھورا پر عداوت سے جفا کی
پتھورا تو مرا نام اپنا کر کے — سمر سی چل بسا کام اپنا کر کے
مگر جے چند نے کچھ پھل نہ پایا — چراغ آندھی میں جل کر جل نہ پایا.
پتھورا مر گیا سب مٹ گیا اوج — مٹی بعد اک برس کے شانِ قنوج
پتھورا ہندوؤں کا تاجِ سر تھا — شہِ قنوج بازو زور در تھا
مگر جے چند کے بے نام پہ داغ — کہ اس نے ہی اجاڑا ہند کا باغ

بہادر نام کو ملتے نہیں تھے — مگر تھے شاذ و نادر گر کہیں تھے
تھی جیوٹ بھی تو کیا کس کام کی تھی — دلیری اور جرأت نام کی تھی
تھے شیر افگن بھی ہمت ہار بیٹھے — تھا ڈر کوئی نہ آ کر مار بیٹھے
تھا سورج بنس میں چھایا اندھیرا — ذنب نے راس نے تھا آل کے گھیرا
تھی چھائی چندر بنسی کل میں ظلمت — تھا منشا جنگ کا ہو شور و غل مت
لگی گھر ہی سے یہ آگ اگنی کل کی — کہ سوا ہو گئے اعزاز ملکی
بڑی قسمت سے ایسی جان پر مار — کہ سولنکھی بہادر تھے نہ پرمار
بہ صورت جو بازو تھے کٹے تھے — جو ہاتھی لاکھ من کے تھے لٹے تھے
مگر تھا خون راجستھان میں باقی — تھے یہہ رند اور تھی شمشیر ساقی
جہاں رن پڑ گیا بس خوں بہایا — لہو میں تیر کر جنھوں بہایا
جمائے تھے قدم یا بھاگتے تھے — مگر اسمیں نہیں شک جاگتے تھے

ادھر پنجاب بالکل سو رہا تھا. — نثارِ خوابِ غفلت ہو رہا تھا
لہذا منہ پہ چھڑکا ایسا پانی — کہ جاگے خواب سے ہندوستانی
جو اس پانی کے چھینٹے سے کھلی آنکھ — تو پھر خنجر کے پانی سے دھلی آنکھ
خنجر نے بھی نام اپنا ڈبایا — جو دھویا منہ تو بحرِ خوں میں دھویا
ہر اک سکھ کی شجاعت کا تھا دعوے — اکیلا کر دے لاکھ اعدا پہ دھاوا
نشہ یہہ جو چڑھا تھا تھی ٹیک — ہوں دشمن لاکھ تو کیا ہم ہوں صرف ایک

بڑھا وہ چھتری کے خون کا جوش
نہنگ بحر دریاؤں سے نکلے
پھڑک اٹھے جو بازو پہلے شل تھے
گرو مہراج کو تھا کام کرنا
ہمالہ پر تھا میدان صرف خالی
تھی یاں پرواز کی طاقت پرو نہیں
بہت مست شراب جوش خوں تھے
جہاں توقیر ہو خاک قدم کی
قوی بازو تھے باشندے یہاں کے
یہ طاقت جب بڑھی اقبال چمکا
وہاں سے چن لئے پیرو انہوں نے
کہ نکلے نیستاں سے شیر روپوش
پلنگ دشت صحراؤں سے نکلے
امر پھل دشمن میں تیغوں کے پھل تھے
ضرور آغاز تھا انجام کرنا
ہاں کی منتخب سمت شمالی
گرو نانک کے پیرو تھے گھر و نمیں
بہت گدی کے آگے سر نگوں تھے
وہاں پوجا ہو کیوں تیغ دو دم کی
جواں جتنے تھے وہ بلکے ہی بانکے
چھڑایا مورچہ تیغ دو دم کا
بنایا ایک کو سو سو انہوں نے

گرو گوبند سنگھ اور پہاڑی راجے

گرو مہراج جب عزلت گزیں تھے
جو تھی خواہش گرو درشن سے پھل پائے
تھا راجہ بقدرت میں کسر کیا تھی
تھا پرشادی لقب فیل گراں کا
ریاضت کیش تھے گوشہ نشیں تھے
ملا آسام سے آ کر رتن رائے
دیا گدی کو نذرانہ میں ہاتھی
تھا ہودج جیسے زیبا آسماں کا

تھا راجہ بھیم چند اک صاحب زور
کہا ہاتھی اگر کر دو حوالے
گرو کی ہاں تو کیا سب لو سا تھی
گرو صاحب کے خون میں تھا مگر جوش
ادھر کرپال نے بھی بدظنی کی
گرو مہراج بھی یاں سر بکف تھے
کہا غیرت نے سر جائے بلا سے
ادھر راجے تھے لڑنے کو جو طیار
جو دیکھا راجہ ناہن نے یہ رنگ
کھلیں آنکھیں تھیں فتنے کو سلایا
بہم خدشہ جب اس پرخاش کا تھا
انہوں نے گرد کلفت دل سے دھو دی
جو مانا اس طرح لوہا عدو نے
اگر ہوتا نہ یہ سرتاج ناہن
نہ جانے کتنے سر خنجر سے کٹتے
ہے بے شک مستحق تشکر ناہن
اگر ٹر ... گو آسد سے
ہوا وہ بانی ہنگامہ و شور
نہ خنجر نام عزم جنگ کا لے
بلا سر پر سے ٹالو دیکے ہاتھی
کہا کہدو کہ کھلے دار و ہوش
عداوت دل میں ٹھانی دشمنی کی
سپر سینہ تھا خود خنجر بکف تھے
لہو سے سر گذر جائے بلا سے
ادھر بھی میان سے باہر تھی تلوار
بجھائی دے کے چھینٹا آتش جنگ
گرو مہراج جی کو گھر بلایا
زمانہ میدنی پرکاش کا تھا
کدورت کی تھی جو گشتی ڈبو دی
تو رکھا میان میں خنجر گرو نے
تو ہوتی سرخ خوں سے تیغ آہن
نہ جانے کس کے کس کے ٹاٹ الٹتے
جدا آہن سے رکھا جس نے آہن
دو طرفہ جوش پلٹے شد و مد سے

ریاست ناہن اک پنجاب کی ہے — جگہ تعظیم کی آداب کی ہے

یہاں کے جسقدر فرمانروا تھے — معین و دستگیر بےنوا تھے

تھا ہندو دھرم انکے زیر سایہ — عقیدت تھی پئے مذہب طلایہ

بزرگوں کی بزرگی کا بیاں کیا — کرے وصف و ثنا تاب زباں کیا

قلم معجز بیانی بھی کرے کاش — تو بول اُٹھے گا جے شمشیر پرکاش

نگر تم ہو تو کیا ہے نام زندہ — ہیں جیسے کرشن زندہ رام زندہ

تمہاری نسل ہے آنکھوں کے تل میں — تمہاری ہے وہی تصویر دلمیں

سُریندر اور بکرم اور پرکاش — ہیں کرتے ملکے باہم اور پرکاش

یہ جن کا نام ہے مسند نشیں ہیں — یہی اب مالکِ تاج و نگیں ہیں

ضیائے مہر رخ سے رونما ہے — سرِ فرق شرف ظلِ ہما ہے

ظفر کہتی ہے ارجن بھیم ان کو — شجاعت دیتی ہے تعظیم ان کو

بدن پر ہے جوانمردی کا جامہ — ہیں مذہب کے لئے بھیشم پتامہ

قدر انداز خنجر کے دھنی ہیں — ہنر بر بیشہ شیر افگنی ہیں

مقدم دھرم ہے یہ ہے عقیدہ — سخاوت ہے غلام زرخریدہ

وزارت بھی ہے مذہب سے خبردار — ہیں مسند پر نراین سنگھ سردار

ارسطو یہ تو راجہ ہے سکندر — ہے دل دونوں کا دیوی جی کا مندر

عوض دیوی کے باہن ہے دل شیر — کمر میں ہے مہاکالی کی شمشیر

گرو صاحب جو اس ناہن میں آئے — نہ خونریزی کے موقع رن میں آئے

[illegible]ال بھی جہد و جد سے کام رکھا — بسا کر قصبہ پونٹا نام رکھا

بنایا قلعہ مستحکم فلک سے — بلندی تھی نہ جسکی کم فلک سے

نہیں ایام میں چار اہل اسلام — ہیں جنکے حاشیہ پر مندرج نام

عتاب انپر جو عالمگیر کا تھا — سزا کا خوف ڈر تعزیر کا تھا

اِدھر ٹاپے اُدھر ٹاپے بہت روز — مگر ہمدرد ہی پایا نہ دلسوز

[illegible] دم تھا تاجدار و نہیں سینہ دیں — نہ تھی جرأت کہ ٹکنے کو جگہ دیں

[illegible] تھا سید ایک بدھو شاہ نامی — ہوا مظلوم مقتولوں کا حامی

جو دیکھا گرو نے دل پتا کلیجا — تو چاروں کو گرو کے پاس بھیجا

گرو نے دی امان کی سرفرازی — بڑی خوبی سے کی مہمان نوازی

اسی عرصے میں اک جھگڑا ہوا پیش — عداوت نے بنایا نوش کو نیش

وہ راجہ جو ہوا تھا طالب فیل — ہوا آمادہ توہین و تذلیل

روایت طرفہ طرفہ داستاں ہے — مؤرخ جو ہیں یہ انکا بیاں ہے

کہ راجہ فتح شاہ اک تاجور تھا — پلنگوں پر زبر شیروں پہ ور تھا

تھی شادی اُسکی دخت ناہوش کی — اسی میں ٹھہری ناحق کشمکش کی

جو تھا والیٔ طفل اُسکو تھا نشہ — سمجھتا تھا وہ ہاتھی کو بھی پشہ

تحفے بیاہ کے بھیجنے گرو نے — دیئے اسنے نہ بندھی کو چھونے

گرو جی کا پھرا دیوان ناکام — تھا جسکا نند چند آفاق میں نام
گرہ اب پڑ گئی مضبوط دل میں — ہوا سیلاب خوں کا آب گل میں
مناسب تھی جو اس دم عقلمندی — تو راجہ بھیم نے کی پیش بندی
کئی راجوں کو اک پائے جنگ — کیا ہر دم گرو کے رنگ میں بھنگ
کبھی فتنہ کبھی شور اور شر تھا — مگر یاں بھی تھا کچھ دل کچھ جگر تھا
لہذا کیں نہ نیچی اپنی مونچھیں — کہا کچھ ہو مزاج اعدا کا پوچھیں
گرو صاحب کو یہ سن اور سال — تھا گویا پیش خیمہ بہر اقبال
جو ہمراہی تھے وہ ناچیز ہی تھے — جو تھے ساتھی زیادہ بیزری تھے
پڑا جب رن تو فتنے غم کے جاگے — اور اسی پانچ سو میدان سے بھاگے
مسلمان جو تھے اس دم تک پنہ میں — پڑے لمبے نہ ٹھہرے رزمگہ میں
نہ کی پروائے الطاف نوازش — ملے فوج عدو سے کر کے سازش
مسلمانوں کی سنکر بے وفائی — حرارت خوب بدھو شاہ کو آئی
وہ آ پہونچا کہا پروا نہیں ہے — بہے جائے لہو جب تک زمیں ہے

* کرپال چند کٹوچیہ - راجہ کیسری چند جسّو والیہ - راجہ سکھدیال - جسرو ٹیہ - راجہ ہری چند ہنڈوریہ - راجہ پرتھی چند ڈڈوالیہ - راجہ فتح شاہ سری نگر -

جو محسن کُش گئے عبث جو بد غیم کیا — ہیں کم لڑنے کو صرف آپ اور ہم کیا
جو یوں میدان میں بدھو شاہ آیا — تو کوس فتح بھی ہمراہ آیا
گری تھی الطرف اک سمت جمنا — تھا اس کے بیچ میں شیر و شکار رمنا
بجا خنجر سے خنجر تین دن تک — بشر کیسے ہوئے حیران جن تک
ادھر کوئی قواعد داں نہیں تھا — ہزبر بیشہ میدان نہیں تھا
اسد بھی جامۂ روباہ میں تھے — وہ دم تھے کوہ میں جو کاہ میں تھے
نہ تھا معلوم لڑنے کا طریقہ — نہ لڑ مرنے کا مطلق تھا سلیقہ
لشکر رنجی سمجھ کر رزمگہ میں — تھے حلوائی ہٹے اس خیل سپہ میں
گروں نے سمجھ مگر پروا نہیں کی — سپر سینے کی پیش تیغ کیں کی
وہ اپنی تیغ کے جوہر دکھائے — کہ غلطاں بحر خوں میں سر دکھائے
تھا گو خنجر کا گذر اسے سر پانی — تھی آب تیغ کی یاں بھی روانی
سمندر تھا جو واں کشتی کا دشمن — تو یاں تھا ابر جرات برق افگن
جو دیکھا ایک کو سو پہ بھاری — ہوئی حملہ وروں کو جان پیاری
ہزیمت شیر کا چکھ چکھ کے بھاگے — نہ ٹھہرے پاؤں سر پر رکھ کے بھاگے
گرو صاحب کا گو زخمی تھا گھوڑا — مگر تھا فتح کا دشمن پہ کوڑا
ہوئیں سکھو کی تلواریں ظفرمند — ہوا اندر اجل راجہ ہری چند
پہ راجہ جب مراتب رن پڑا پھر — تھا جسکا شیر دل اپنے لڑا پھر

لگے زخم الغرض سکھ دیو کو چند
جو یوں تیغ ظفر نے گرد جھاڑی
مخالف گھر کو بھاگے سہہ کے چرکا
بھے جس پونٹہ میں اپنے گھر آئے
پسر کا رنج بدھو شاہ کو تھا
پئے صبر و تشفی مددگار
یہ پگڑی آنسوؤں سے گو ڈبوئی
گرو کو کوہیوں سے دل میں ڈر تھا
لہٰذا قلعے مستحکم بنائے
ہے ان قلعوں کی اب تک شہرت عام
جو گڈھ تھے لوہ گڈھ آنند گڈھ کے
یہاں جب دشمنوں کی ہو گئی روک
زمیں تھی خون کی پیاسی رنگ بدلا
پہاڑی حکمرانوں کے اڑے ہوش
الف خان ایسے ایسے حملہ ور تھے
انہوں نے اسلئے کی تھی چڑھائی
خراج اب تک نہ سالانہ دیا تھا

ہوا مجروح راجہ کیسری چند سر پہ آئی فوج شاہی
دبے سہمے جھکے راجے پہاڑی کہلورنجی کی راجوں نے خبر لی
ادھر ڈنکا بجا فتح و ظفر کا انہوں نے بھی۔ یہ چھاتی کہکے ٹھونکی
گرو مہراج خوش خوش واپس آئے الف خاں کے بنو میدان میں استاد
کلیجے کا یہ داغ اِس ماہ کو تھا غرض ایسی کدورت دل سے دھوئی
گرو صاحب نے بھیجی اپنی دستا
مگر کچھ کی اسی نے اشتک شوئی
کہیں بدلا نہ لے بیٹھیں خطر تھا
معاون غیرت رستم بنائے

میں آتی ہوں پکاری یہ تباہی
گرو مہراج جی سے صلح کر لی
کہ بس ہتی بکا دو دشمنوں کی
سبق دو ایسا خوب ابجد کرے یاد
کہ گویا تھا نہ پہلا بغض کوئی

کمک کے طالب راجوں کی امداد

ہے روشن پھولگڈھ یا فتح گڈھ نام گرو مہراج سے جب ہو گیا میل
وہ تھے ایک ایک سے خوبی میں بڑھ کے نے دھرم کی بیٹھلا کے چوکی
تو پھر سیدھی ہوئی تلوار کی نوک کا سر غنہ تھا اک دیا رام
فلک نے اور اپنا ڈھنگ بدلا اس ہمت سے ان لوگوں نے کی جنگ
مٹا افواج دہلی دیکھ کر جوش سرکش تھے انہوں نے دم دبائی
جو تھے سردار لشکر شیر نر تھے اس فتح سے راجوں کی تسکین
کہ راجوں نے نہ دخل کی تھی پائی کا دھیان اپنے کام میں تھا
تھا لطف۔ اور وسپہ الٹا شر کیا تھا تھی کہ ہر روباہ ہوشیر

تو رجواڑوں نے ڈالا آگ پر تیل
مدد کو دی جماعت پانچ سو کی
تھا دیوان موہری چند ایک کا نام
ہوا جنگ آوروں کا قافیہ تنگ
جو منہ آئے انہوں نے منہ کی کھائی
اماں و امن میں گذرے برس تین
ضروری شغل ان ایام میں تھا
زبر اس کو بناتے تھے جو تھا زیر

جماتے دلمیں تھے ایشر کی بھگتی
سمجھ ایسی سب کے دلمیں روح پھونکی

تھی برسات اور بھادوں کا مہینہ
کہاں برسات میں ہے موقعِ جنگ

مگر پروانہ عالمگیر نے کی -
مخالف اس طرف تھے صرف دو ہی

انہیں سے رعبِ شاہی گھٹ رہا تھا
روانہ فوج کی شہ نے دو طرفہ

نہیں کچھ غم کہ گذرے سر سے پانی
بہادو تم مگر دریا لہو کا -

جو رستم خان نے کی جھٹ چڑھائی -
بھری برسات تھی ندیاں چڑھی تھیں

نہ رستم خان کے ٹھہرے پاؤں رکنیں
سکھوں کی کی جو نالے نے حمایت[۱]

عنانِ عزم رستم خان نے پھیری

محبت ملک کی - دلوں کی شکتی
بہیں رگ رگ میں ندیاں جوشِ خوں کی

گھٹائیں جنگ سے رکھتی تھیں کینہ
گھرا یا دل تو بس ہے رنگ میں بھنگ

نشانی حکم پر شمشیر نے کی -
گرو صاحب - کہ سردارانِ کوہی

انہیں سے پیچھے لشکر ہٹ رہا تھا
اجازت تھی کہ مارو کچھ ہو صرفہ

ہو بارش یا ہو قہرِ آسمانی -
ہے موقع سلطنت کی آبرو کا

نہ برلن ہیں رستمی کچھ کام آئی
چڑھی کیسی کہ کوسوں تک چڑھی تھی

ہٹا اک نالہ سے ہی دم زدنمیں
ہوئے بشاش و خوش دلمیں نہائیں

پہاڑی سلطنت راجونکی گھیری

پھر جب میان سے تلوار نکلی
یہ شمشیر تھا عروجِ بخت کا ہی

جو تھے گندم نہ گندم جیز جو تھے -
شکستِ فاش وہی ان سپاہی کے

نہ رستم خان نے دیکھا پیچھا آگا
تھی شاہنشاہ کی شرمندگی ٹھیک

وہ تلوار اس کی باہر میاں سے تھی
مہم تفویض مرزا بیگ کر دی

وہ پہونچا لشکرِ جرار سج کے
اسے مارا اوسے خونمیں ڈبویا

اجاڑے شہر کے شہر اس نے کو ہی
گھر ونمیں تھا نہ آدم زاد کا نام

گرو کا بھی نہ آنند پور چھوٹا

کمک شاہی جو تھی بیکار نکلی
کہ بھاگی دُم دبا کر فوجِ شاہی

گرو صاحب کے اونمیں تین سو تھے
نکالے حوصلے خنجر کے دل کے

نہ ٹھہرا پاؤں سر پر رکھکے بھاگا
تھی دلمیں فتح ہو تب نہ آگا ٹھیک

تو باہر ات کیا امکان سے تھی
کہا - وہ امتحانِ پا مردی

تھا ضیغم صید پر ٹوٹا گرج کے
یہ کیا پہونچا قیامت آئی گویا

بچے گر ہوں تو بس صرف ایک دو ہی
نہ تھے دیوار و در باقی نہ تھے بام

لٹیروں نے اسے بھی خوب لوٹا

---

[۱] اس سبب سے سکھوں نے اس نالے کا حمایتی نالہ نام رکھا ہے

مہارانی ننکی سے طلب امداد و خواہش مراد

پہاڑی پر گرو مہراج جب تھے
مخالف طاقتِ شاہی کا ڈر تھا
اُدھر تھی شوکت فرمانروائی
تھے عاقل سب کھری کھوٹی پرکھ لی
خیال آیا کہ بس ڈھنگ اپنا بدلیں
لہٰذا ڈول دیوی جگ کا ڈالا
بہت پنڈت ہوئے جگ میں قدم زن
یہ شرق فضل کے تھے مہرِ پرنور
بشمبھر داس جی تھے کارپرداز
بنی اچھی طرح سے جگ کی بیدی
رہی جاری پرستش پھر کئی روز
روایات ایک کیا کتنی ہیں مشہور
کہ لکھ ماریں لوے کہنے سے جو کوئی

خیالِ حُبِ قومی روز و شب تھے
ہتھیلی پر تھا سر سینہ سپر تھا
اِدھر بھی کچھ تو بس بے دست و پائی
نیامِ عافیت میں تیغ رکھ لی
ہیں جب دیوی۔ نہ کیوں اُنسے بڑے دلیر
عقیدت کو نئے سانچے میں ڈھالا
بنارس سے بھی تھے دو جلوہ افگن
تھے کالیداس و کیشوداس مشہور
کیا جگ کا اُنہوں نے کام آغاز
ہوَن کے کُنڈ نے بھی آگ دیدی
نتیجے جو ہوئے وہ حیرت اندوز
مگر ہمکو نہیں مُطلق یہہ منظور
نہیں منظور مطلق یا وہ گوئی

کوئی کچھ اور کچھ کہتا ہے کوئی
مگر کچھ ہو۔ ذرا بھی شک نہیں ہے
کہ جگ کی کامیابی میں نہیں فرق
مِلا دِل بھگوتی کے شیر کا سا
کہ خنجر کچھ نہ کچھ کر کے رہیگا
نہیں شک اسمیں۔ کہتے ہیں یہ حالات
یہ برتا۔ واقعی سب سے بڑا تھا۔
بنایا دِل اِسی حکمت نے فولاد

کوئی ہنستا ہے چپ رہتا ہے کوئی
کہاں کا شُبہ شک ہمکو یقین ہے
چمکتی میاں سے تھی تیغ کی برق
دیا صدق عقیدت نے دلاسا
اِسی سے خون کا دریا بہے گا
جمے ہر دل میں مردانہ خیالات
تقدس سامنے دِل کے کھڑا تھا
وہ کیا اُنسے نہ کم تھی اُنکی اولاد

خالصہ دھرم کی تقویت

جو زوروں پر تھا شاہنشاہ اسلام
لہٰذا حُبِ قومی کا ہوا جوش
عقیدت دھرم کی دلمیں جما دی
نہ گنگا جل سے کم پانی تھا جسکا

تھی پیاسی ہندوؤنکے خوں کی صمصام
مُریدوں کو بنایا اسلحہ پوش
وہ تیغ تیز ہاتھوں میں تھما دی
تلاطم وجہ حیرانی تھا جسکا

تھا عشا جو تعصب سے وہ گھٹ جائے
بس اسبارہ میں ہوکر دل سے سرگرم
اصول اسکے نہ تھے ایجاد بندہ
بھرینگے کہ خواہی جامہ می پوش
گرو نے شیر دل سب کو بنایا
دلیری شیر کی روباہ کو دی
زرہ سی سن کو خنجر بنایا
تے سمت سترہ سو او چھپن
اسی تھ کو گرو مہراج جی نے
اکل اک بل کا ہے آج آرزو مند
ادھر لوگ زباں پر یہ تھی گفتار
تے لفظ اس معنی و مطلب کے لب پر
مرض جب ہو تو ہو فکر معالج
لہذا کچھ دکھانا چاہیئے بل
جو بھارت دیش پر قربان ہو جائے
وہ جسم مجسمیت میں روح پھونکے
یہ کرد کا سکے خم اک سکھ نے ٹھونکا

جو خوابیدہ ہیں انکی نیند اچٹ جا
کیا قایم انہوں نے خالصہ مذہ
تھا یہ ہر لوح دل پر شعر کندہ
من انداز قدت را مے شناسم
سپر ہند کے مذہب کو بنا
جو رفعت کوہ کی تھی کاہ کو دی
خس و خاشاک کو نشتر بنایا
تھا بیا لکھی سے نجم عیش روش
کہا ان سے سپر جنکے تھے سی
دکھائے موچھ جو ہو سکھ کا فرز
ادھر تھی برہنہ خونریز تلوار
قیامت ایک دن ٹوٹے گی س
جوان کو دق بری بڈھے کو فال
کہ سچ ہو گر یہ گشتن روز اول
مرے قالب کو تازہ جان ہو د
پچیں گے جو گرے قطرے خو
تھا صرف اظہار مطلب یہ نبو

یہ سر موجود یہ گردن بھی ہے نذر
پئے مذہب جو سر جائے تو اچھا
گرو مہراج کے خیمے کھڑے تھے
جو تھا بھگتی کے زنجیروں میں جکڑا
شہادت گاہ کے خیمے میں لائے
کہا سکھ سے یہ وقت امتحاں ہے
جو بارے شیر کو وہ دل ہیں کتنے
وہ خیمے میں رہا۔ آئے گرو یاں
گرو کا لال خنجر تھا لہو سے
نظر آئی جو خوں سے تیغ رنگین
جو اسمیں تھا دھنی وہ بات کا تھا
ہوئے یہ سب جو اس مطلب سے آگاہ
بہا خیمے سے چشمہ ایک خوں کا
ہوئیں قربان مذہب پانچ جانیں
ہے مرنا ایکدن۔ کیا آج کیا کل

یہ جان بھی پیشکش ہے [illegible]
یہ چولا کچھ بھی کر جائے تو اچھا
سکھوں کے چار سو ڈیرے پڑے تھے
گرو نے اٹھ کے اس کا ہاتھ پکڑا
مگر ہاتھ ایک بکرے کو دکھائے
میں دیکھوں کس میں دم ہے سہ جاں ہے
ہیں قابل کتنے نا قابل ہیں کتنے
کہا کون اب بہاتا ہے لہو یاں
سکھوں نے آ کے گھیرا چار سو سے
تو جانیں پیش چار اشخاص نے کیں
دکن کا دوارکا گجرات کا تھا
گرو جی لے گئے خیمے میں ہمراہ
عقیدت نے یہی کانوں میں پھونکا
گرو صاحب کا کیوں کہنا نہ مانیں
کہ دارد نسبتے۔ آخر بہ آدل

سلہ دیا سنگھ کھتری ساکن لاہور۔

مگر جب سنگھ پانچوں باہر آئے
وہ سمجھے اور کچھ جنکو گماں تھا
ہر اِسکو تیغ کا امرت ہے پانی
ہے کِن کو بہرِ مذہب گرمجوشی
سکھوں کے بدلے بکرے مارکر پانچ
کسی سے اور اگر ارشاد ہوتا
گرو کی تیغ سے سب سر کٹاتے
ہوا جب امتحانِ سکھ شیر دل پر
تو خیمے سے وہ پانچوں سکھ بلائے
تھا سامان کیس گڈھ میں بیشتر سے
گرو صاحب ہوئے جب زیبِ دربار
تھے پانچوں سکھ بھی غرقِ بحرِ آہن
وہ جب آئے تو لوں کی قدردانی
تھا ظرفِ آہن کا پانی میں شکر تھی
اُنھوں نے پی کے خود کھنڈ سی پانی
پلائے گھونٹ شربت کے خوشی سے
ہیں جتنے خالصہ ہندوستاں میں

ہوئے خوش دیکھ کر اپنے پرائے
گرو صاحب کو منظور امتحاں تھا
کسے ہے موت آبِ زندگانی
ہیں کون آمادہ بہرِ سرفروشی
اُنھوں نے خالصہ ہمت کی جانچ
نہ خوفِ خنجرِ فولاد ہوتا۔
عقیدت سے نہ لیکن دل ہٹاتے
برائے موت بھی چھاتی کی سِل ہیں
سلامت سامنے گُل کے گُل آئے
لگا دربارِ شاہی کروفر سے
تن پُر نور کے زیور تھے ہتھیار
بدن پر تھے مزین تیغ و جوشن
کہ خدمتگار سے منگوایا پانی
گرو مہاراج کی امرت نظر تھی
اُنہیں سکھوں کی پھر کی قدردانی
پیا سکھوں نے امرت خامشی سے
ہیں جتنے سنگھ گلزارِ جہاں میں

[و]ہ سکھ کے مقلد آجتک ہیں۔
[طر]ح ہوگیا امرت کا یہ ڈھنگ
[بنے] جو سنگھ اس امرت کو پیکر
[ج]ن سے ہندوؤں کا کچھ بھلا ہو۔
[جا]رو ہو یا نہو اتنی ہے جانچ
[د]ل سے سرکیں اِن لوگوں کے دو کار
[پ]ڑا ہو ہاتھ میں یا ہو نہیں شانا
[جسم] سمجھیں کہ ہم ہیں بھائی بھائی
[چ]لیں جب جسم پر ہتھیار سجکر
[ن]ہ ہو کچھ نہیں غم ٹوٹ جائے
[ن]ہ پروا کچھ بھی سرد و گرم کی ہو
[ک]سی مندر کو مانیں یا نمانیں
ہو تیرتھ سے اگر بے اعتقادی
مسلمانوں کا جتنا چاہے ہو اوج
اکال ایشور کا ہر دم دل میں ہو دھیان
گرنتھ اپنا ہے کافی بہرِ تعظیم
عقیدت کا جو ہو گلزار شاداب

گرو کے معتقد بے رسم و شوق
لہو کا ہوگیا سرخ اور بھی رنگ
تھا جوش اُنکو۔ کریں وہ کام جی کر
ٹلے وہ سر پہ جو آئی بلا ہو۔
ہے امرت ٹھیک تردین سکھ جو پانچ
ہو تلوار ایسا کوئی پاس ہتھیار
یہی بس چاہیے سنگھ کا بانا
دلوں میں ہو صفائی ہی صفائی۔
لڑیں جب شمشیر کی صورت گر جگر
بلا سے اسکی عادت چھوٹ جائے
حفاظت صرف ہندو دھرم کی ہو
تحفظ میں گنوا دیں اپنی جانیں
نہ تب بھی فتنہ کب پائیں فسادی
مگر وہ کام ہو ہندو کریں ہو ج
یہی بیراگ سچا ہے یہی گیان۔
ہے وید شاستر کی اسمیں تعلیم
ہے تیرتھ شہر امرتسر کا تالاب

گرو گوبند سنگھ جیکے تعلقات دُنیوی

گرو کو جب فقط تھا ساتواں سال / ہوئے شادی کے جشن میمنت فال
دُلہن ہر جس کی دُخت مہ جبین تھی / دُلہن کیا تھی بعینہ لچھمیں تھی
پدر نے خوب دھوم اس بیاہ میں کی / اُولوالعزمی بہو کی چاہ میں کی
مگر دو شادیاں پھر بھی ہوئیں اور / مکاں میں آئیں دو دو لچھمیں اور
تھی مائی سندری اِک نیک فرجام / تھا صاحب دیوی انہیں ایک کا نام
یہ تینوں دیویاں عفت گزیں تھیں / گرو جی بشن تھے یہ لچھمیں تھیں
ہوئے اِن دیویوں کے چار فرزند / چراغِ خاندان یعنی جگر بند
تھے چاروں عنصرِ اعزاز و اکرا[م] / سطورِ ذیل میں درج انکے ہیں نام

نام فرزند	نام مادر	زمانۂ پیدائش
اجیت سنگھ	شریمتی سُندری جی	سمت ۱۷۴۳ بکرمی
جوجھار سنگھ	شریمتی جیتو جی	[illegible]
زور آور سنگھ	"	۱ مگھر سمت ۱۷۵۳
فتح سنگھ	"	۷ پھاگن سمت ۱۷۵۵

گرو صاحب تناور تھے قوی تھے / ہزبرِ بیستانِ دُنیوی تھے
تھا سروِ باغ نخلِ قد و قامت / جوانی کے موافق تھی جسامت
بدن بھا چاق تھی اعضا میں چستی / نہ تھا ممکن کہ پھٹکے پاس سستی
شکار و صید سے تفریحِ دل تھی / نہ اِک ساعت طبیعت مضمحل تھی
جو دل اُوبہا - لیا سنگھوں کو ہمراہ / اُوسے مارا ہوئی جس صید کی چاہ
تھی مشق القصہ یوں صید افگنی کی / قدر اندازی و خنجر زنی کی
تھے شاعر خنجرِ ہندی زباں تھی / زبانِ خامہ تیغِ خونفشاں تھی
جو کچھ اشعار آتے تھے زباں پر / لکھے ہیں صفحۂ ہندوستاں پر
عجب تقویتِ دینی ہے انہیں / مزہ پھر یہ کہ شیرینی ہے لیکن
گرو کی نکتہ سنجی اس طرف تھی / اودھر معجز بیان بھاٹوں کی صف تھی
کبیشر مُنہ سے جو کچھ بولتے تھے / شکر لذت میں گویا گھولتے تھے
جو نظمیں تھیں وہ چُبھ جاتی تھیں دل میں / تنے چوتھے چھپے چوہیا کے بل میں
غرض چوپائیاں دوہرے کبت چھند / تھے وہ جن سے جوانمردی ہو دہ چند

مگر جب خون ہے وہ بھی جوش میں آئے
گرو جی کا ہے استقلال مشہور
یہ کہتے تھے جب اٹھتے تھے سویرے
تھا جپ جی کا مقرر صبح کو پاٹھ
تھا ہر تیوہار اُن کا خسروانہ
مرید ایسے عقیدتمند نکلے
انہیں ہر دم گرو جی ہی کی پچ تھی
دھرم پر ندر جو لا سر تھا حاضر
غرض جو سنگھ ان کا معتقد تھا
سمجھتا تھا تب اپنی شرم رہجائے
گرو مہراج جب سر مانگتے تھے
کہ سب حاضر ہیں کیجئے کون سر دے
جو سنگھ ایسے عقیدتمند دیکھے
کسی موقع پہ فرمایا زبان سے
سمجھتے ہیں وہ جن سنگھوں کو بلی
اسی مضمون پہ کی معجز بیانی
ہے مطلب یہ کہ سب کھ شیر ہونگے

جو غافل سو رہا ہے ہوش میں آئے
عقیدت دھرم کی تھی چشم بد دور
جگادو بخت ہند اے ناتھ میرے
پھر اسکے بعد ہوتے اور تھے ٹھاٹھ
تھے کار مذہبی فرد زمانہ
کہ جیسے نیشکر سے قند نکلے
گرو صاحب جو کہدیں بات سچ تھی
گلے کے ساتھ مال و زر تھا حاضر
دلاور تھا جری تھا مستعد تھا
جب اس گڑھ میں ہندو دھرم رہجائے
اجازت سنگھ بڑھکر مانگتے تھے
نچھاور کیوں اپنی جان کر دے
تو دل کے حوصلے دہ چند دیکھے
کہ راجے بکتے ہیں کیا فخر و شان سے
وہ پھاڑینگے ہزبروں کی بھی تلی
دکھائے جوہر شیریں زبانی
جو سرکش ہیں انہیں سے زیر ہونگے

کبوتر باز جب مارے رسند نب
دھر ہو ایک دشمن ہوں سوا لاکھ
میں کھا آگ اور دشمن لاکھ بھی لاکھ
گرو صاحب بڑے ثابت قدم تھے
دولت پاس جسکا زور کچھ ہو
فقیری میں بھی تھی دلکی بادشاہی
ہو ناکامی اگر مطلق نہ غم تھا
کرتے تھے نہ محنت سے کبھی دل
ہوا معلوم حالات کہن سے
ہوا مشتاق عالمگیر دوبار
تھا گو خوف سفاکی نہیں ہے
گر جو دل پھٹے ہیں کیا جڑیں گے
اگر ہے واقعی شوق ملاقات
رہینگے خالصہ آراستہ بزم
پلائے گی جو پھل تیغ اصفہانی
اولوالعزمی بھی تھی ازحد گرو میں
کام ان کا تھا معمولی نہیں تھا

ہرن شیروں کو للکارے گرو تب
مگر کرلے کی انگارے کا کیا لاکھ
جلا دینگے انہیں یہ ہونگے وہ لاکھ
دھروں سے عہد میں اپنے نہ کم تھے
نہ ساز عیش جنکا شور کچھ ہو
تھی دلمیں قوم کی ہو خیر خواہی
تھے کہتے - دیدہ خواہد شد یہ دم تھا
تھا ہر ساعت وہی پتا وہی دل
کہ جب تھے دور یہ اپنے وطن سے
کیا لیکن انہوں نے صاف انکار
ذرا بدعت سے بیبا کی نہیں ہے
جو پر لوٹے ہوئے ہیں کیا اُڑیں گے
تو اک دن تیغ سے ہوگی مدارات
بڑی خوبی سے ہوگی دعوت رزم
پلائے گا دم شمشیر پانی
تھی بیحد دوراندیشی بھی خو میں
تھا کم خرچ اور پھر بالانشین تھا

غرض اوصاف جتنے ہیں سب اچھے
جو تھا قول اُسپہ ذاتی بھی عمل تھا
گرو مہراج جی صاحب بہرحال
سخن سنجی سخن فہمی لیاقت
نہ کوئی وصف تھا جو ہو نہ اچھیں
صفت کو طول دوں کیوں خواہ ناخواہ

غرض ہر ایک اچھی مطلب اچھے
نہ اوقاتِ عبادتمیں خلل تھا
نمونہ تھے ہے خوبیِ اعمال
دلیری حُبِّ قومی جوشِ طاقت
تھے شب کو بدر یہ خورشید دنمیں
مناسب ہے کہ بس قصّہ ہو کوتاہ

پہاڑی راجاؤں سے مُقابلے

ہے ہندو قوم کی ضربُ المثل پھوٹ
شہادت دیتا ہے ہر اک وقایع
پھر آیا جب گرو نے تیغ کا رنگ
عداوت کوئی کچھ کینہ نہیں تھا
جو آئینے پہ چھائی تھی کدورت
یہ پہلے مرتبہ پیغام آیا -

اسی سے ہند بھر کی ہو گئی لوٹ
ہوتش بجات میں کیوں وقت ضایع
ہوئے راجے پہاڑی مائلِ جنگ
سبب یہ تھا دل آئینہ نہیں تھا
بُری اچھی نظر آئی نہ صورت
یہ پروانہ گرو کے نام آیا -

کہ خالی کیجئے آنندپور اب
اِس اظہارِ کدورت کے علاوہ
کئے تھے وان جو اس فرقی نے نقصان
اگر جلدی ہوئیں نہ خلل رقمیں
جواب انکا بھی تھا شرکی تُرکی
ہے کس کا یہ بسایا یا خریدہ
مرے والد نے دولت کر کے برباد
ہو دانستہ اِسپر اگر کوئی لیلو
فقیروں کے یہاں زر ہے نہ فوج
علاوہ اس کے اک حبّہ نہیں ہے
یہ اپنے ہاتھ میں رکھتے نہیں میل
جواب ایسا یہ کچھ دندان شکن تھا
ہوا دل کو زباں کا زخم ناسور
کھٹنی دلمیں کہ اپنی ناک رکھیں
گرو کے ساتھ اک دن کچھ ہنگامہ ہو
یہاں صیدِ قوی فتراک میں تھے
نشانہ بر شکار اپنا جو پایا

نہیں یاں رونق افزائی ہوا
کیا سکھوں پہ عوضانہ کا دعوا
اُنہیں کا مانگا اس دھمکی سے تاوان
تو لو ہمنگے گرو زہ اپنے حق میں
ہے کس منہ سے ہوس آنندپر کی
کرے اسپر نظر کسکا ہے دیدہ
کیا تھا گوشۂ عزلت یہ آباد
رقم تلوار کی جھولی سے لے لو
طبیعت کی فقط ہے سنج ہی مرج
رُپے کا ہاتھ میں دھبہ نہیں ہے
اُٹھاتے بوجھ یہ ہوتے اگر بیل
کہ ہر راجہ کے دلمیں نیش زن تھا
ہوئے مرہم کیا جرات کو کافور
گرو مہراج جی کی تاک رکھیں
تھا شغل صید زیر دامن کوہ
اُدھر راجے گرو کی تاک میں تھے
جھپٹ کر راجہ عالم چند آیا

[illegible] ملا کے راجہ نے کمک دی
[illegible] پلیا کا رن میں
[illegible] اجی سکھ تھے جلو میں
[illegible] یہ شیری ہیں
[illegible] دل ہو پتا اور گردہ
[illegible] ایسی دکھلائی گرو نے
[illegible] جوش سے نصرت کا ڈنکا
[illegible] ہیچ ہے ہمارا بھانڈ گگڑے
[illegible] ہے راجوں نے بدلی
[illegible] راج جی صرف اسطرح تھے
کمک [illegible] لگی سب بھگے شیر
[illegible] کی چڑھائی
[illegible] ہے خاں نے کھایا
[illegible] کے ایسے اڑے ہوش
[illegible] نے رکھا اپنا گھوڑا
اجیت سنگھ اِس لڑائی میں تھا سرگرم
اسی سے خوب ہی جوہر دکھلائے

گروجی نے مگر دونوں کو زک دی
ہوا کچھ اور کچھ دم زدن میں
تفاوت تھی جو ہے ایک اور سو میں
اسد کے اور کچھ ست پھیری میں
تو پھر زندہ کہاں کا کیسا مردہ
دبائی دم دہیں فوج عدو نے
کہ گویا رام نے کی فتح لنکا
ہوئے پھر ادہی حضور سے دھاوے
مسلمانوں کی طاقت سے مدد لی
ادھر سرہند والے صف بصف تھے
تھے خوش میداں ہارا۔ اب کیا دیر
ہوئی گھمسان میدانمیں لڑائی
کہ راہی ہی میں پیام موت آیا
قدم اُٹھے۔ ہو میدان سے روپوش
تعاقب شہر ہنک تک نہ چھوڑا۔
تھا رگ رگ میں اثر باپ کا دھرم
ہزاروں ہی خونیں غلطاں سر دکھائے

ہوا جب نند خنجر کیسری چند
تھا جب قلعہ کے دروازے پہ دھاوا
ادھر ہاتھی نے دروازہ جو ریلا
تھی مشت استخواں اس طرف فیل
مگر اس سنگھ نے ہاتھی کیا زیر
ہر اک نے پیٹھ ٹھونکی۔ کہکے شاباش
گرو مہاراج نے کی پیش بندی
ہے آنند پور میں رہنا پھر پوچ
وہاں رہنے لگے۔ لیکن نہ تھا چین
گرو کے پاس سرمایہ نہیں تھا
تحفظ کو کئی قلعے بنائے
یہ تھے ہشیار دشمن سے۔ مگر کیا
جو خنجر اٹھایا اولاد کا تھا۔
جو طاقت تھی تو صرف اپنے دلکی
تھی جن راجوں نے پہلے ہاری تھی

تو دروازہ لڑائی کا ہوا بند
دو طرفہ تھا جوانمردی کا دعوے
لڑا صرف ایک سنگھ اس سے اکیلا
وہ ہاتھی بھی جو سب تھا گرانڈیل
کیا ثابت نہیں انساں ہوں سوں سے
مختصر القصہ یوں اسوقت پرخاش
کہ بد لو گوشۂ عزلت پسندی
لہذا بولا کیرت پور کا کوچ
عدو تھے عین۔ غیر اب ہو گئے غین
مدد دے کوئی ہمسایہ نہیں تھا
تھا مطلب ہوا ہاں جب دشمن آ ہے
لڑائی کا مزہ۔ بے زور زر کیا
ہر اک کے پہلو میں دل فولاد کا تھا
جو قوت تھی تو اپنے آپ گل کی
ہوئے وہ اور بڑھ کر خصم جانی

۵؎ جنگ

۵؎ پونٹہ واقع ناہن۔ جیکو روغیرہ۔

...سندگی لی پھر انھوں نے
...گیرت ... اعدا کا دھاوا
...ستی حملہ آور فوج ہی فوج
...کی جیسے طوفان خیز لہریں
...نے مارتے مرتے پچھڑتے
...جد ... لی گرو نے
...ستور تھے وہ ثابت قدم تھے
...رن میں روزِ اول جنگ سر کی
...گر تھی فوج کم قحطِ رسد تھا
...نے کی وہاں سے رہنمائی
یہاں راجہ نے کی مہماں نوازی
لحاظ نہ ہی بھی تھا ادب سے

کیا فرش زمیں کو لال خوں سے
گروہ کو زیر کر دیں یہ تھا وہ...
اِدھر تھی صرف دِل کی موج ہی مو...
نہ تھا دا جب کہ اب کشتی پہ ٹھہریں
ہٹے میدان سے سکھ لڑتے لڑتے
مگر واں بھی کیا پیچھا عدو نے
نہ غم تھا خود و غنیموں سے جو کم تھے
دکھائی کاٹ شمشیرِ ظفر کی
فقط پہلو میں دل ہی ایک اسد تھا
مقامِ سوہلی میں فوج آئی
نہیں مہماں نوازی سرفرازی
تھی چشمِ مہر بھی خوفِ غضب سے

سلہ یہ معرکہ جنگ، ۲ گھر سمت ۵ کو ہوا تھا۔

گرو صاحب اور اورنگ زیب

گرو کو اس جگہ دو سال گزرے — رقم آگے ہیں جو بھر حال گزرے
کبھی تھا زغم خنجر رنمیں چمکے — کبھی تھا جوش کیوں لٹائیں جم کے
کئی راجوں نے کر کے پیشوائی — جہاں میں اپنی کی عزت فزائی
ہوئی ممدوح کی منڈی ہیں توقیر — کیا قلعہ وہاں مضبوط تعمیر
نہیں ایام میں لوٹے گئے سکھ — پرانے انہیں کچھ تھے کچھ نئے
تھا کلموٹھ کا راجہ بانی شر — بھتی دلمیں تمکنت مطلق نہ تھا ڈر
گرو جی نے سنا جب لوٹ کا ذکر — تردد لکھ دوسری ہی ہو گئی فکر
کہا بیٹے سے وقتِ آبرو ہے — نہیں پروا جو ہم میں اور تو ہے
اجیت سنگھ آپ بھی خنجر بکف تھا — نہیں خنجر بکف تھا سر بکف تھا
مخالف راجہ کلموٹھ اُدھر تھا — مشغول کیطرف سے شور و شر تھا
کمک ان کی نہ کم تھی پانچ سو سے — تھا گویا منا دریا کی رو سے

سلہ راجہ بھنسوار - راجۂ رووال سر - دوہر سین راجہ منڈی - والی جوالا مکھی - بھارتی سلہ نام ریاست

[illegible] تلوار سے تلوار کچھ دیر
[illegible] گڑھی کے رہا تھا
[illegible] جس وقت کر لی
[illegible] میں سکھ در انداز
[illegible] جوالاجی جہاں ہیں
[illegible] کے آنندپور آئے۔
[illegible] گاہ یاں پائی شکستہ
[illegible] کر کے قصبہ ہی میں ٹھہرے
پسر جو چار تھے مانند عنصر
ہوئے سالِ دوم میں پائل سیر
ہوئے گُرجیت کے میلے میں شامل
فراغت پا کے سورج کے گہن سے
دیا دل کھول کر ایک ایک کو دان
جو پھر آنندپور میں واپس آئے
مہیا کر کے سازِ حشمت و اوج

چلے ہتیار پر ہتھیار کچھ دیر
دیا مفرور نے مفرور کا ساتھ
گُرو نے پھر مہنتوں کی خبر لی
کبوتر تھے پُجاری یہ بنے باز
وہ جوالاجی جو یکتائے زماں ہیں
ظفر سے خُرّم و مسرور آئے
تھی حالت گاؤں کی برباد و خستہ
بٹھلائے دھرم کے پھر در پہ پہرے
بنایا سنگھ امرت اُنکو دیکر
ہر اک دم ہمقدم تھی نیّتِ خیر
بزرگی کو بنایا ماہِ کامل
دُعائیں لیں گروہِ برہمن سے
ہزاروں کا کیا خیرات سامان
خیال سابقہ دل میں بسائے
کمر باندھی پئے تیاریِ فوج

[۱] سنت ۱۷۵۵ بکرمی

عقیدت نے جو ہر دل میں جگہ کی
ہوئی شہرت جو ہر سو اس لقب کی
پہاڑی جتنے راجے تھے وہ چونکے
لگا سلطانِ دہلی کو بھی پرچا
کہ نیّت بد گُرو گوبند کی ہے
جماعت خالصہ سنگھو کی ہے ساتھ
ہے بانا خسروانِ کج کلہ کا
ہے بسم اللہ ابھی مشکل نہیں بات
جو راجے اور ہیں اُن کی بھی ہے رائے
ہوا خوش دل میں عالمگیر سُن کے
کوئی تو دہ ہزاری امیر خان تھا[1]
ہوئی سرہند کے صوبہ کو تاکید[2]
گُرو مہراج کو گرہو نہ سر بار
اگر سیدھی نہ ہو رگ سرکشی کی

بڑھی تعظیم سچے پادشہ کی
توجہ ہو گئی مصروف سب کی
کئے ہر ایک نے کام اپنی گوں کے
ہوا دربارِ شاہی میں یہ چرچا
نہیں اُمید امنِ ہند کی ہے
ہر اک دم قبضۂ خنجر پہ ہے ہاتھ
لقب رکھا ہے سچے بادشہ کا
ہے موقع کشت کا کر دیجئے مات
نہیں خوفِ شکستِ رزم گہ ہے
سپہ سالار بھیجے تین جن کے
کوئی ہم پنجۂ شیرِ ژیاں تھا
[illegible] را انجا نمے تواں دید
تو بھیجو جلد زندہ سوئے دربار
ضرورت پوری ہو سرکشی کی

[1] امیر خان دہ ہزاری۔ نجابت خان و وحید خان سپہ سالاران دہلی
[2] بایزید خان۔

اگر ایمان دے ایمان لے لو
نہ دے ایمان۔ تو بیشک جان لیلو

غرض اُٹھتی ہے جیسے موج پر موج
چلی آنند پر کو فوج پر فوج [۱]

ہوئے گو ہی مہاراجے بھی شامل
نظر آیا گہن میں ماہِ کامل

گرو مہراج کی کم تھی جماعت
جو دولت تھی۔ وہ ہمت یا قناعت

رسد تھی کچھ۔ نہ ٹھیک اسلاحِ جنگی
جو تھی تیغِ ظفر۔ وہ بھی تھی ننگی

گھر آنند پر دشمن ہوئے گرد
کرو حملہ کرو حملہ۔ یہ تھا ورد

برابر پانچ دن تک خوں بہا خوب
جو سکھ یا سنگھ تھا۔ لڑتا رہا خوب

لڑائی میں گئی سنگھوں کی گو جان
نہ دشمن کا بھی لیکن کم تھا نقصان

گرو جی جان پر کھیلے چھٹے روز
ہوئے قلعے کے باہر جلوہ افروز [۲]

سنگھی پر جو لپکہ جان جھپٹے
کھلے میدان میں جو صد ہا شیر ڈٹے

وہ شیر آیا اُدھر سے خرگوش سمجھے
جو کھایا نیش اُسکو نوش سمجھے

جھپٹتے تھے عدو ہر صف سے ان پر
تھا چھایا اک غبار آندھی کا دن پر

وہ زخم لینے کے ہے قابل
ہرے میدان نہیں جس سے مقابل [۳]

کئی سپہ سالار آئے
عقب میں لشکرِ جرار آئے

[۲] پھاگن سمت ۱۷۵۹ بکرمی۔

[۳] سردار عظیم خان سپہ سالار و پائندہ خان وغیرہ۔

گرو جی کی مگر خونخوار تلوار
چلی جب ہو گیا تیغِ اجل وار

جو ہیبکڑ خان تھے وہ ڈوبے لہو میں
پڑا اک تھلکہ فوجِ عدو میں

ہری چند اک جو راجہ تھا صف آرا [۱]
ادسے خنجر سے ماموں خاں نے مارا

یہ ماموں خاں گرو کا تھا ملازم
ادا حقِ نمک کرنا تھا لازم

پس اُس کو تھا خیالِ سرفروشی
لہٰذا جنگ میں کی گرمجوشی

فریق اجمیر چند اک تاجور تھا
جو دیکھا دم میں گردن پر نہ سر تھا

شکستِ فاش کھائی فوجِ شہ نے
لگا دریائے احمر خوں کا بہنے

مغل جنگ آزما میداں سے بھاگے
تھے سکھ پیچھے تعاقب کو۔ وہ آگے

نہ رو پڑتا تک وہاں اُنکی بچی جان
یہاں نکلے ظفر مندی کے ارماں

اب اسکے بعد کچھ رنگ اور بدلا
سمائی شہ کو لے ہر طور بدلا

اُدھر کچھ شرم تھی کچھ تھی ندامت
تھا ڈر بھی ساتھ پھر آئے نہ شامت

لہٰذا اب کی پورے کر دیے ٹھاٹھ
بڑھایا ایک صف ان پر جو تھے ساتھ

دیئے ایک ایک افسر کو بڑھاوے
اُبھارا انکو تھے جن جن کو دعوے

ہوئی دہلی سے راہی فوجِ جرار
دلاور خان و صفدر خان تھے سردار

گرو مہراج نے بھی شیر چھانٹے
جو قلعے تھے وہ کل بیٹوں کو بانٹے

[۱] جسود الیہ۔

بہادر سنہرا اُسوقت تھے ساتھ
مگر میدان آنندپور میں تھا
کے قلعوں کے آخر سکھ اکھٹے
حریفوں کی صفیں اُلٹیں کئی بار
سنگھ ان پہ ٹوٹا باز کیطرح
کے دونوں سپہ سالار شاہی
کوئی بھی مسلمان زمیں ٹھہرا
لئے تیر و خنجر دفع کے ریغ
سنگھوں نے گرو کو مارا گولا
گرو کو کچھ بھی آنچ آنے نہ پائی
جماعت کچھ نہ تھی۔ تعداد کم تھی
ہزاروں سکھ رن میں مر چکے تھے
مصلحت عقلمندی
جب ہوئے ہٹنے پہ مجبور
قلعہ میں رہتے تھے گھیرے

اُنہیں کو بانٹا آپسمیں لگے ہاتھ
تردد مجمع محصور میں تھا
کئے دشمن کے سب نے دانت کھٹے
مخالف پیٹھ پر کھاتے تھے تلوار
بجا خنجر سے خنجر ساز کیطرح
ہوئی فوج شہی میدان سے راہی
اُڑا یاں فتحمندی کا پھریرا
جو ابتک ساز تھا وہ بنگیا سوز
کئی سنگھوں نے چھوڑا جسم سے چولا
اِدھر توپ آگ برسانے نہ پائی
جو تھی وہ بھی تھکی تھی۔ مخوغم تھی
ہزاروں جان قربان کر چکے تھے
کہ ہو اب انتظام قلعہ بندی
ہوئے لڑتے ہوئے قلعہ میں محصور
پڑے تھے چار سو اعدا کے ڈیرے

سہ علیم خان مددلاور خان۔

حریفوں نے رسد جب بند کردی
گرو نے قلعے کے دروازے کھولے
جسے پایا اُسے خنجر پہ رکھا
لگے زخم ایسے چرکے ایسے گہرے
اودھر بگڑا مخالف دل کا چہرا
ہزیمت پر ہزیمت جب اُٹھائی
جب آپسمیں شاہنشہ نے کی ٹھ
سپہ سالار بدلے۔ فوج بدلی
اُمڈ کر ہر طرف سے بادل آئے
گھرا آنندپور تھے سنگھ ناچار
گرو کہتے تھے دیں گی دانہ پانی
نمم اب کھا کے اپنی جان رکھو
مگر جب بے سر و ساماں تھے بھاگے
تھا قول اُنکا کہ پانی چیز کیا ہے
یہ ساری زندگی کھاتے ہی گذری
نہ پینے کی نہ کھانیکی ہوس ہے
گرو کے دل کا جب یہ حال دیکھا

ہوئی خونریز تیغ پا ئیمردی
سکھوں نے خنجر خونخوار تولے
دلآزاری کا دھبہ سر پہ رکھا
حریفوں کے قدم رن میں نہ ٹھہرے
رہا سر پر ظفر مندی کا سہرا
نہ عالمگیر کو ایک آنکھ بھائی
تھے ہمت سترہ سو اور اٹھ
بہادر راجپوتوں کی مدد لی
مخالف فوج کے ٹڈی دل آئے
رسد تھی کھانے پینے کو نہ ہتیار
حسام ہند و تیغ اصفہانی
نہ بھاگو۔ خالصہ کی آن رکھو
ہوئے شیر و پلنگ و ضیغم آگے
آب آب زندگانی چیز کیا ہے
یہ دوزخ بھرتے بھرتے ہی گذری
مریں یا ماریں اتنا شوق بس ہے
جو سنگھوں کا یہ استقلال دیکھا

[illegible]ں نے چلی اک دوسری چال
[illegible] تمام لفظوں میں گرو کو
[illegible] کہ جاؤ خالی
[illegible] مختار ہو گئے
[illegible] کی قسم نے
[illegible] ہی گرو نے قلعہ چھوڑا
کیا سچ اسکو جو کچھ تھا بکا جھوٹ
دیا کتنے نہ کیرت پور میں بھی
یہاں پیش آئی مشکل سخت تنا
[مو]قع تھا کہ دریا سے گزر جائیں
[illegible] وقت سے جان اپنی بچائیں
وہی جرأت تھی پامردی وہی تھی
یہی غم تھا نہ پورا ہاتھ چھوٹا
تھے دو لختِ جگر غربت میں ساتھی
فقط چالیس سکھ ساتھ آ گئے تھے
ہوئیں دو بیویاں دہلی کو عازم
ادا حق کر کے آقا کے نمک کا

ہوئی کشتِ ترقی جس سے پامال
کہ موقع جانبری کا ہے۔ نہ چُوکو
نہ بربادی نہ کچھ ہو پائمالی
نہیں گرداب کا غم - پار ہو گئے
کئے شیروں نے خالی اپنے رمنے
قسم کو جھوٹے مکاروں نے توڑا
مچائی خوب آنند پور میں لوٹ
کنول سر قصبہ مشہور میں بھی
ادھر دشمن - ادھر دریا تھا کمبخت
نہ تھی یہ مصلحت - لڑ بھڑ کے مر جائیں
نہ لیکن تھا غم بیدست و پائی
تمیزِ گرمی و سردی وہی تھی
جو ساتھی بھی تھے انکا ساتھ چھوٹا
نہ دولت تھی نہ گھوڑے تھے نہ ہاتھی
جری سنگھ اس قدر ہاتھ آ گئے تھے
بچا کر لے گئے جن کو ملازم
لیا تمغائے عزت حشر تک کا

گرو صاحب کی ماں پر بھی تھی آفت
فقط کم عمر دو پوتے تھے ہمراہ
یہ دیوی خوفِ اعدا سے تو بھاگی
ادھر نامہربانی کی فلک نے
ہوئی جس برہمن کے گھر میں روپوش
یہی کھانا پکاتا تھا گرو کا
دغا کی - کچھ نہ پروائے نمک کی
یہ آگے واقعہ تحریر ہو گا
یہاں پھر ہے گرو کا ذکر منظور
فقط تھے سنگھ چالیس انکے ہمراہ
نہ تھا مضبوط کوئی گڑھ - کوئی کوٹ
ہے چمکور اس جگہ کا نام مشہور
گرو صاحب گھرے تھے دشمنوں میں
غنیموں کی طرف سے آیا پیغام
اگر دعوت نہ یہ مقبول ہو گی
مدد کو چند ساتھی رہ گئے ہیں
اگر اب ہے ہوائے حکمرانی

ادھر دشمن - ادھر بُعدِ مسافت
تھا جن میں ایک خورشید ایک تھا ماہ
مگر قسمت جو سوتی تھی نہ جاگی
ادھر دھوکا دیا اپنے نمک نے
وہ نکلا بے وفا احساں فراموش
اسی نے منہ سے اپنے یہ تھوکا
چلن ہے - سات پشتوں کی ہتک کی
جو درد و رنج کی تصویر ہو[illegible]
تعاقب میں تھی جنکے فوج منصو[ر]
سمجھتے تھے جو شیروں کو بھی [illegible]
انہوں نے چار دیواری کی لی اوٹ
اسی بیشے میں یہ بیٹھے شیر مستور
مگر تھا دم وہی شیر افگنوں میں
کہ آؤ دے رہا ہے دعوتِ اسلام
عداوت یہ بڑھے گی طول ہو گی
نہ گھوڑے ہیں نہ ہاتھی رہ گئی [illegible]
تو ہے موجود شانِ خسروانی

ہے مرکز بادشہ، تم بنکے پرکار — قدم مارو ہو وسعت جتنی درکار

خلافت تم کو منصب تم، زمیں تم — تمہیں تم ہو، تمہیں تم ہو، تمہیں تم

مگر منشا ایک صرف اسلام کی ہے — یہی غایت فقط پیغام کی ہے

[illegible] سنگھ ابنِ اکبر تھا گرو کا — دکھایا جوش والد کے لہو کا

نہیں کو مارتے پیغامبر کو — مگر اوس نے اُڑایا دھڑ سے سر کو

کہا بکتا نہیں ہے خالصہ دھرم — یہاں ہے صرف داڑھی مونچھ کی شرم

نہیں ہے ہاتھ میں چوڑی جو ٹوٹے — نہیں ہانڈی کوئی کچی جو پھوٹے

اکال اپنا محافظ ہر گھڑی ہے — وہیں اوروں سے ہمکو کیا پڑی ہے

عوض لو ایلچی کا خون بولا — مسلمانوں نے خنجر اپنا تولا

چڑھے بے انتہا ترکِ ادب سے — کیا حملہ بڑے غیظ و غضب سے

ہوئے دن بھر اِدھر سے وار پر وار — کبھی گولی کبھی گولے کی تھی مار

ہتھیلی پر اِدھر چالیس سر تھے — عوض ہتھیار کے سینے سپر تھے

جو دیکھا ہیں عدوے زور و زر ور — گرو کا کٹ مرا فرزند اکبر

[illegible] شمشیر لیکر باہر آیا — عدو سمجھے کوئی شیرِ نر آیا

چمکتی بل اُٹھی چلتے ہی خنجر — یہ پالٹ وہ کمر یہ چیر وہ سر

چنا کب پھوڑتا ہے بھاڑ اکیلا — اِدھر یہ صرف۔ اُدھر اعدا کا ریلا

[illegible] ہمت اور جرات کام آئی — گیا مغرب میں سورج شام آئی

لہو سارے بدن سے بہ رہا تھا — ہر اک زخم آفریں ہی کہہ رہا تھا

تھے آنسو اور سنگھو بہتے — مگر اس کے تھے سارے زخم ہنستے

جو خوں بہتا تھا دل کو کھینچتا تھا — زراعت ہند کی سینچتا تھا

[illegible] دم اپنا گو بڑے بیٹے نے توڑا — جگر کا گو ہوا ناسور پھوڑا

گرو صاحب نے لیکن پی لئے اشک — بنائے جسمِ اعدا۔ خون کی مشک

زمیں پر کر کے اُن مشکوں سے چھڑکاؤ — دیئے چرکے پہ چرکے۔ گھاؤ پر گھاؤ

اسی موقع پہ بولا چشمِ ثانی — ہوا یوں مائلِ گوہر فشانی

کہ خنجر میاں میں ہنستا نہیں ہے — شکایت ہے کہ خون بہتا نہیں ہے

اجازت ہو تو بھائی کا عوض لوں — اجل سے نسخۂ دفعِ مرض لوں

مگر ہے پیاس ملجاتا جو پانی — تو کرتا کارِ آبِ زندگانی

گرو بولے۔ کہ آبِ زندگانی — جو کوئی ہے تو وہ خنجر کا پانی

یہاں پانی سے چھوڑو آس اپنی — بجھانا جنگ ہی میں پیاس اپنی

عوض پانی کے ہو کر خون کا پیاسا — چلا شمشیر کا لیکر وہ کاسا

بجھائی پیاس اعدا کے لہو سے — لیا جی کھول کر بدلا عدو سے

مگر تھی تشنگی آبِ بقا کی — لہو سے حلق تر کر کے قضا کی

گرو مہاراج۔ یہ سب دیکھتے تھے — قیامت یہ۔ غضب یہ دیکھتے تھے

کلیجے پر لگے دو زخمِ کاری — ہوئے صدمات بھاری سے بھی بھاری

ہوس تھی دلمیں ہندو ہوں نہ بیٹے ... مریں "کیا غم ہے" دو گیا لاکھ بیٹے

جدا اپنا خون بھارت میں چھڑک جائے ... تو یاں سے سورگ کو سیدھی سڑک جائے

مرے وہ ہی فقط گو بند کے ہیں ... کروڑوں غم میں بیٹے ہند کے ہیں

لہو میرا جو بہنا ہو وہ بہہ جائے ... مگر خواہش ہے ہندو دھرم بچ جائے

گرو مہراج کے سکھ بن گئے گڑھ کے ... مرے چالیس ہیں اڑہتیس لڑکے

بچے ساتھی فقط دو تین یا چار ... نہ لیکن کرسکے دشمن گرفتار

اندھیری رات تھی دشمن تھے غافل ... ہوا موقع چلے جانے کا حاصل

گرو جی کی تھی پامردی بدستور ... کیا ستگت نے ہٹ جانے پہ مجبور

جگہ سے گو قدم ہلتے نہیں تھے ... مگر کیا مشورے ملتے نہیں تھے

سواری پاس کوئی بھی نہیں تھی ... بچیں گے آس کوئی بھی نہیں تھی

چبھو دیتے تھے خار دشت بھالے ... پڑے تھے خونفشاں تلووں میں چھالے

نہ پروا درد کی کچھ تھی نہ غم تھا ... ستم ہی قوم پر بس یہ الم تھا

گرو گوبند سنگھ جی کے دو خوردسال بچوں کے ساتھ ظالمانہ بے رحمی۔ اون کا استقلال

حد درجہ کا دردناک نظارہ

گرو کی ماں ہوئی جس گھر میں روپوش ... کہیں اس کا بنا احسان فراموش

تھے دو پوتے بھی اس بوڑھی کے ہمراہ ... تھے چھوٹے سے بیا [illegible]

تھا روپڑ کا علاقہ قصبہ کھیڑی ... یہیں تقدیر نے بات اور چھیڑی

برہمن جس کا گنگا رام تھا نام ... طمع سے عقل اُسکی ہو گئی خام

نمک کے حق کو وہ لالچ سے بھولا ... نمکہار آیا کمیں میں اپنے پھولا

کہا خود جا کے صوبہ دار سے یوں ... ادا مطلب کیا گفتار سے یوں

کہ جسکی تیغ پیاسی ہے لہو کی ... ہے ماں میرے مکانمیں اُس گرو کی

علاوہ اُسکے دو فرزند بھی ہیں ... کٹھہرے میں وہ ضیغم بند بھی ہیں

یہ سنتے ہی ہوا نواب بشاش ... کہا صد آفریں شاباش شاباش

مگر پلے پڑا کیا۔ رو سیاہی ... چڑھا ہتھے نہ پیسا ہی ٹکا ہی۔

[illegible] کو بھی تب عبرت خبط — اثاث البیت جب سب ہو گیا ضبط
[illegible] گئے دونوں گرو کے — ہوئے بیدرد دل پیاسے لہو کے
[illegible] سنگھ تھے ایک کا نام — تھا چھوٹا فتح سنگھ اک نیک فرجام
[illegible] سالہ اک تھا ہنستا — تھا کھاتا ہاتھ سے مشکل نوالہ
[illegible] تھے ابھی تک دودھ کے دانت — ہمکتی دودھ کو ماں کو تھی ہر آن
[illegible] سے رات دن تھا — کھلائے گود میں لیکر وہ سن تھا
[illegible] پکڑا۔ — کیا قید اور زنجیروں میں جکڑا
[illegible] قید خانہ قلعہ کا برج — مقفل یوں تھے جیسے گوہر درج
[illegible] یوں میں حراست — تھے جاری انتظامات سیاست
[illegible] نے فرمایا اک دن — کہا۔ بچے ابھی ہو۔ کچھ نہیں سن
[illegible] میں کچھ دم نہیں ہے — تہیدست اور بے تاج و نگیں ہے
[illegible] اک دھوکے کی ٹٹی — نہ تم اپنی کرو برباد مٹی۔
[illegible] انجام اسلام — دم انکار۔ ہوگی سر پہ صمصام
[illegible] ڈھیر ہوگا زمیں پر — پھڑکتی ہونگی دو لاشیں یہیں پر
[illegible] سادے بھولے بھولے — ذرا ڈرتے۔ مگر جیوٹ ہے۔ بولے
[illegible] اسلام ہے کیا — لقب کس کا ہے یہ۔ یہ نام ہے کیا
[illegible] بیٹوں میں بیٹے — فقط اب ہم ہی دو باقی ہیں بیٹے

بڑے جو تھے انہوں نے ہو کے فانی — پیا خنجر سے آب زندگانی
یہاں بھی خالصہ ہی ہیں قربان — زہے قسمت تصدق ہو اگر جان
اگر اسلام غالب ہو اجل پر — بچائے سر جو یہ خنجر کے پھل پر
تو ہاں اسلام کی وقعت ہو دلمیں — بھریں مسجد میں ملاؤں کی چلمیں
مگر برحق ہے جب مرنا۔ تو غم کیا — گلے کو خدشۂ تیغ ستم کیا۔
ہے سر جب تک یہاں دم خم رہیگا — نہ سمجھا دشمنوں سے۔ غم رہے گا
جو کچھ ہو زور وہ دکھلائیے آپ — نہ اسلامی سبق سکھلائیے آپ
گلا کیا چیز ہے مذہب کے آگے — زہے قسمت [illegible] کٹ [illegible] کے آگے
ہوا ناراض صوبہ دار سرہند — کہا [illegible]
چلیں جلاد۔ آئیں۔ سر اڑا دیں — گرو گوبند کے بچے [illegible]
مسلمان تاجدار اک جھٹکے بولا — کہ جو بچہ ہے انہیں۔ وہ ہے بھولا
خطا ان کی ہے کیا جبر غضب ہے — ہے معصوموں پہ غصہ کیا سبب ہے
کئی دن تک رہیں ایسی ہی باتیں — مسلمان دونوں ہوں بس یہ تھی گھاتیں
طمع دولت کی بھی دی مال کی بھی — عروج اختر اقبال کی بھی
جواب ان کا تھا دنیا ہے یہ فانی — پیام موت ہے یہ زندگانی

؎ شیر محمد خاں والی مالیر کوٹلہ۔

ے موت آج کیسا اور کل کیا
ے موت اچھی ہمیں اس زندگی سے
نا کر دل کو شیر زا اُنھوں نے
پشانی آندھی آئے پانی آئے
ہاڑ اپنی جگہ سے چاہے ٹل جائیں
دھر کی جا ہے دُنیا ہو اُدھر کی
ریاں دِل نہیں سکتی ہے کالی
بیدائم حدیثِ نامہ چوں ست
دھر جلاد اِدھر دو سر بکف میں
کا تیغے سے لڑ سکتا نہیں ہے
ل کیا ہے۔ بسم اللہ کہدو
ہیں غم خوں ہو گارا۔ اڑیاں اینٹ
و تم چاہو وہ کرلو۔ بات ہے کون
کر جسوقت لگے نام اسلام
ُو کی فتح کا آوازہ ہو گا
ا صوبہ متنغض گفتگو سے
باتیں مُنہ سے کم عمروں کی سُنکے

ہے مرنا ہی۔ تو پھر خوفِ اجل کیا
رہے زندہ تو کیا۔ شرمندگی سے
کلیجے کو کیا پتھر اُنھوں نے
ہو طغیانی ہوا طوفانی آئے
سُمندر چاہے چنگاری سے جلجائیں
جگہ خورشید چاہے قمر کی
نہیں اور آپ یہ زنگت چڑھنے والی
ہمی بنیم کہ عشق انشس بخون ست
اُدھر تلواریں۔ دوسرا اِسطرف ہیں
جگر خنجر پکڑ سکتا نہیں ہے
اُڑا دے تیغ جب سر۔ واہ کہدو
لہو کی نذر ہے ایک ایک بھی چھینٹ
تمہارا نا لخت پکڑے۔ ذات ہے کون
تو سچے بادشہ کا لینگے ہم نام
نہیں غم کچھ۔ جو کچھ خمیازہ ہوگا
زیادہ سُرخ کی آنکھیں لہو سے
نکالا بُغض دیوار دنمیں چُنکے

اُٹھاتے یہ عجب انداز سے تھے
ہے کیا سِن سات کا یا نو برس کا
زباں کہتی تھی جو کرنا ہو کرلو
وہ صوبہ دار بیحد سنگدل تھا
دیا حکم اُس نے اِن کو ہٹ اگر ہے
ضرورت کچھ نہیں ہے خامشی کی
کیا دونوں کو اُس نے ایستادہ
اُدھر اینٹوں کا ردّا چل رہا تھا
ہر اک ردّے پہ پڑتے تھے احکام
جو سینے میں یہاں تھی گرمجوشی
چھپا کر مُنہ کو تلوار دنمیں اُسنے
تھے بچے۔ کھیل مرنے کو بھی سمجھے
چُنی دیوار ادن پر جا رہی تھی
مسلماں ہو تو اب بھی جان بچ جائے
اُدھر ردّے پہ ردّا تھا یہاں قول
ہو کچھ بھی۔ اُف نہ نکلے گی زبان سے
نہیں پروا بلا سے کچھ ہو انجام

کبوتر دونوں
علاوہ اِس
تمہارے
نہ تھا اُس کا
تو پھر کیوں
اگر کچھ ہے تو
کہا۔ اب بھی
ادھر سانچے میں
کرو اسوقت
اوٹھائے گود میں تھی
چُنا بچّوں کو دیوار دنمیں
مذاق اِس ظلم کرنے
ہر اک سُو سے صدا یہ آ رہی تھی
یہ کہتے تھے۔ ہو۔ کچھ۔ ایمان بچ جا
کہ جو ہمت کو نارے او سپہ لاحول
پلک ہو گی نہ تر اشک رواں سے
نہ ہم لیں گے زباں سے نام اسلام

...ی ان کتب کی ہمنے تعلیم
...بجد خوان پڑھائے ح الف لام
...حرفوں کا ہیں پہچانتے ہم
...س میں ہیں۔ جو چاہے کرلے
...نہ کوئی اُف کی اُمید
...ے گردن تک بھی دیوار
... بھائی
...ر صرف زیور

جو پوری ظلم کی دیوار ہو گی۔
غرض پتھر جو یوں سینہ بنایا
گئے بیکنٹھ میں زینے پہ چڑھ کے
اُٹھائی جاتی تھی جب اِنکے دیوار
یہ بیدردی و بدعت کا نمونا
بجے گی اینٹ سے اینٹ آخرکار
مکان جسمیں تخت و تاج ہوگا
تمہارا تو اینٹ کا ایک ایک جانکاہ

نہیں جنمیں الف سین تا میم الف میم
لیاقت کا ہے صاد و ہے پر انجام
ہے کیا آگے۔ نہیں کچھ جانتے ہم
ہے قابو۔ جان لے لے خواہ سر لے
اگر ہوگی تو منہ پر تُف کی اُمید
مگر کچھ بھی نہ تھے کلفت کے آثار
بڑے نے ڈانٹ الفت سے بتائی
نہ جس پر میل آئے وہ ہیں تیور
دیوار اپنے سر سے بھی بلند اور
عمارت دھرم کی تیار ہو گی
تو اِس دیوار کو زینہ بنایا
رہے لاکھوں قدم اور دو سینے بڑھ کے
یقین سب کو ہوا۔ اب بد میں آثار
لگائے گا ستمگاروں کو چونا
حکومت ہو چکی بالو کی دیوار
فقط یا پھاوڑا یا راج ہو گا
مگر اشک آنکھ میں لب پر تھی آہ

...نہیں وہ جنمیں
...ستم جسوقت دیکھا یہ بلا کا
...ل کہتی تھی میں ہی کیوں نہ مر جاؤں
...رگ ان پر تشدد کر رہی تھی
...مگر بھی نہ تھے جب ہوش میں خود
...جسوقت ان کو دشمنوں نے
...ے مثل زرِ خالص جو کشتہ
...سنا ماں نے تو سر ٹکا زمیں پر
...ری گودی کے لال آنکھوں کے تارے
...نہ گھبرانا کہ میں بھی آ رہی ہوں

جہاں ...
وہ انکی زندگی پر مر...
اجل نے لے لیا آغوش میں خود
وہ بچے دو چُنے جسم کے گنول نے
بنے دیوار مذہب کو جو پُشتہ
یہ کہتے کہتے دم توڑا وہیں پر
دُلارے زندگانی کے سہارے
جگر کی ماں تا دکھلا رہی ہوں

...ی سے جو وہ بھی
...قب میں تھے دشمن خنجر بکف سے
یہاں چھلنی کئے کانوں نے تلوے
تعاقب کر سکے توڑی گھوڑے پاؤں
اُدھر تو یوں مخالف شور بشر تھا
جو اپنی جان لے کر صف بھاگے
تھے رمضو اور کالو دو مسلمان۔
اِدھر سے چند اشرفیاں ہمیں پیش
گر جب زچ ہوئے دیکھا نہ بھالا۔

ہوئے چمکور سے راہی گرو بھی
مسلماں بات کرتے تھے ہوا سے
وہاں اُڑتے تھے گھی شکر کے حلوے
ہے دیویں گرو کی ڈھونڈھتے چھاؤ
اِدھر کچھ زور بازو تھا نہ زر تھا۔
ہوئی نازل مصیبت اور آگئے
وہ پہنچے کر کے خونریزی کا ساماں
ہے لیکن مخالف پھر کھا تل پیش
کمر کی میاں سے خنجر نکلا۔